

سید علی گیلانی کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، پھر بھی......

سید علی گیلانی (اسلامی انقلاب اور آزادی کے نقیب، برصغیر کے منجھے ہوئے سیاست دان، شعلہ بیان مقرر اور روح دین پر گہری نظر رکھنے والی شخصیت) 29 ستمبر 1929 کو زوری منز تحصیل بانڈی پورہ میں پیدا ہوئے 1950ء میں آپ کے والدین نے زوری منز سے ڈورو سوپور ہجرت کی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم پرائمری سکول بوٹنگو سوپور میں حاصل کی اُس کے بعد آپ نے گورنمنٹ ہائی سکول سوپور میں داخلہ لیا۔ اُس کے بعد آپ نے اورینٹل کالج لاہور سے ادیب عالم اور کشمیر یونیورسٹی سے ادیب فاضل اور منشی فاضل کی ڈگریاں حاصل کیں۔ 1949ء میں بحیثیت اُستاد آپ کا تقرر ہوا اور آپ نے بحیثیت سرکاری استاد 12 سال تک وادی کے مختلف اسکولوں میں اپنی خدمات انجام دیں۔ 1953ء میں آپ جماعت اسلامی کے رکن بن گئے۔ سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دیکر آپ جماعت اسلامی کے ہمہ وقتی کارکن بنائے گئے۔ آپ پہلی بار 28 اگست 1962ء کو گرفتار ہوئے اور 13 مہینے کے بعد جیل سے رہا کیے گئے۔ مجموعی طور آپ نے زندگی کے 14 سال سے زائد بھارتی سامراج کے خلاف آواز بلند کرنے کی پاداش میں ریاست اور ریاست کے باہر مختلف جیلوں میں گذارے مگر خدا کے فضل وکرم سے اپنے بنیادی اور اصولی موقف پر چٹان کی طرح جمے رہے۔ آپ 15 سال تک اسمبلی کے ممبر رہے۔ آپ ریاستی اسمبلی کے لئے تین بار ,72ء، 77ء اور 1987ء میں اسمبلی حلقہ سوپور سے جماعت اسلامی کے منڈیٹ پر منتخب ہوگئے۔ 30 اگست 1989ء کو اسمبلی کی رُکنیت سے استعفیٰ دے دیا۔ آپ نے جماعتِ اسلامی میں مختلف مناصب پر، امیرِ ضلع، ایڈیٹر اذان، قیم جماعت اور قایمقام امیر جماعت کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دی ہیں۔ 7 اگست 2004ء کو جماعت اسلامی کے ساتھ ایک تحریری مفاہمت کے بعد آپ نے تحریک حریت کو منصہ شہود پر لایا اور تب سے آپ تحریک حریت کے چیرمین اور ساتھ ہی حریت کانفرنس کے چیرمین بھی ہیں۔ آپ رابطہ عالم اسلامی کے ممبر بھی رہ چکے ہیں۔ آپ تیس سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔ جن میں رودادِ قفس، قصہ درد، صدائے درد، مقتل سے واپسی، دیدو شنید اور فکر اقبال پر شاہکار کتاب، روح دین کا شناسا اول و دوم، پیامِ آخریں وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ آپ مختلف جسمانی عوارض میں مبتلا ہیں۔ پیس میکر لگا ہوا ہے، جسم بغیر گال بلیڈر کے، اور خاص کر سب سے پہلے ایک گردہ نکالا گیا اور اُس کے بعد دوسرے گردے کا 1/3 حصہ بھی آپریشن کر کے باہر نکالا گیا۔ اب صرف فضلِ ایزدی سے ہی آپ اس مظلوم ملّت کو بھارت کے جابرانہ قبضہ سے نجات دلانے میں مصروفِ جدوجہد ہیں باطل قوت نے آپ کو راستے سے ہٹانے کے لئے ایک درجن سے زیادہ قاتلانہ حملے کئے۔ **مگر**

فَاللّٰہُ خَیْرٌ حٰفِظًا وَّ ھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ٥ "اللہ ہی بہتر محافظ ہے اور وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے"

عیدالاضحیٰ ۱۲۰۲ء

وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ھُدِیَ
اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

''جواللہ کا دامن مضبوطی کے ساتھ تھامے گا وہ ضرور راہ راست پالے گا۔''

آگ ہے اولادِ ابراہیمؑ ہے نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے

سیّد علی گیلانی

ناشر: تحریک حریت جموں کشمیر حیدر پورہ سرینگر

انتساب

لختِ جگر

اور

جوانِ عزیز کے نام!

سیّد علی گیلانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عید الاضحیٰ ۲۰۱۲ء

عید الاضحیٰ دو بڑی اور عظیم عبادات کا پیغام لے کر آتی ہے، حج بیت اللہ اور قربانی۔ حج بیت اللہ عالمی سطح پر مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے جس میں دنیا کے کونے کونے اور گوشے گوشے سے اہل ایمان مکۃ المکرمہ میں حاضر ہو جاتے ہیں۔ بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں، صفا اور مروہ کی سعی کرتے ہیں۔ میدانِ عرفات کا وقوف ہوتا ہے۔ مزدلفہ میں کُھلے آسمان تلے رات گزارتے ہیں۔ پھر سنت ابراہیمی کے تتبع میں رمیٔ جمار اور پھر جانوروں کی قربانی دی جاتی ہے۔

قرآن پاک میں حج بیت اللہ کا حکم ان آیات میں آتا ہے۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ○ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ○

ترجمہ: کہو، اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے سچ فرمایا ہے، تم کو یکسو ہو کر ابراہیمؑ کے طریقہ کی پیروی کرنی چاہیے، اور ابراہیمؑ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا۔ بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوئی وہ وہی ہے جو مکّہ میں واقع ہے۔ اس کو خیر و برکت دی گئی تھی اور تمام جہان والوں کے لیے مرکزِ ہدایت بنایا گیا تھا۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، ابراہیمؑ کا مقام عبادت ہے، اور اس کا حال یہ ہے کہ جو اس میں داخل ہوا

مامون ہوگیا۔لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے،اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہو جانا چاہیے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔

(آل عمران ۹۵ تا ۹۷)

سورہ الحج کی ان آیات میں بھی حج کا ذکر آیا ہے:

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝ وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ۝

یاد کرو وہ وقت جبکہ ہم نے ابراہیمؑ کے لیے اِس گھر (خانہ کعبہ) کی جگہ تجویز کی تھی اِس ہدایت کے ساتھ کہ "میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو، اور لوگوں کو حج کے لیے اِذنِ عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دُور دراز مقام سے پیدل اور اُونٹوں پر سوار آئیں، تا کہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں اُن کے لیے رکھے گئے ہیں، اور چند مقرر دنوں میں اُن جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اُس نے انھیں بخشے ہیں، خود بھی کھائیں اور تنگ دست محتاج کو بھی دیں۔ (الحج، ۲۶ تا ۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی حج کے بارے میں فرمایا ہے:

مَنْ مَلَكَ زَادًا وَّرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ إِلَى بَيْتِ اللهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ أَنْ

يَمُوْتَ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا۔

''جو شخص زادِ راہ اور سواری رکھتا ہو جس سے بیت اللہ تک پہنچ سکتا ہو، اور پھر حج نہ کرے، تو اس کا اس حالت پر مرنا اور یہودی یا نصرانی ہو کر مرنا یکساں ہے۔'' (بحوالہ تفہیم الاحادیث، جلد چہارم، صفحہ ۲۷۳)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

مَنْ لَّمْ يَمْنَعْهُ مِنَ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ اَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ اَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ اِنْ شَآءَ يَهُوْدِيًّا وَاِنْ شَآءَ نَصْرَانِيًّا

''جس کو نہ کسی صریح حاجت نے حج سے روکا ہو، نہ کسی ظالم سلطان نے، نہ کسی روکنے والے مرض نے اور پھر اُس نے حج نہ کیا ہو اور اِسی حالت میں اسے موت آجائے تو اُسے اختیار ہے خواہ یہودی بن کر مرے یا نصرانی بن کر'' (بحوالہ تفہیم الاحادیث، جلد چہارم، صفحہ ۲۷۳)

اور اسی کی تفسیر حضرت عمرؓ نے کی جب کہا کہ ''جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے، میرا جی چاہتا ہے کہ اُن پر جزیہ لگادوں، وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ مسلمان نہیں ہیں''۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان اور رسول ﷺ وخلیفہ رسول کی اس تشریح سے آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ یہ فرض ایسا فرض نہیں ہے کہ جی چاہے تو ادا کیجئے اور نہ چاہے تو ٹال دیجئے، بلکہ یہ ایسا فرض ہے کہ ہر اس مسلمان کو جو کعبے تک جانے آنے کا خرچ رکھتا ہو اور ہاتھ پاؤں سے معذور نہ ہو، عمر میں ایک مرتبہ اسے لازماً ادا کرنا چاہیے۔ خواہ وہ دنیا کے کسی کونے میں ہو اور خواہ اس کے اوپر بال بچوں کی اور اپنے کاروبار یا ملازمت وغیرہ کی کیسی ہی ذمہ داریاں ہوں۔ جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج کو ٹالتے رہتے ہیں اور ہزاروں مصروفیتوں کے

بہانے کر کر کے سال پر سال یونہی گزارتے چلے جاتے ہیں ان کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے۔ رہے وہ لوگ جن کو عمر بھر کبھی خیال ہی نہیں آتا کہ حج بھی کوئی فرض ان کے ذمہ ہے۔ دُنیا بھر کے سفر کرتے پھرتے ہیں۔ کعبۂ یورپ کو آتے جاتے حجاز کے ساحل سے بھی گزر جاتے ہیں، جہاں سے مکہ صرف چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے اور پھر بھی حج کا ارادہ تک اُن کے دل میں نہیں گزرتا، وہ قطعاً مسلمان نہیں ہیں۔ جھوٹ کہتے ہیں اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور قرآن سے جاہل ہے جو انہیں مسلمان سمجھتا ہے۔ اُن کے دل میں اگر مسلمانوں کا درد اُٹھتا ہے تو اُٹھا کرے، اللہ کی اطاعت اور اس کے حکم پر ایمان کا جذبہ تو بہر حال ان کے دل میں نہیں ہے۔" (خطبات از سید مودودی)

حج بیت اللہ کے فوائد

"حضرت امام ابو حنیفہؒ کے متعلق روایت ہے کہ جب تک انہوں نے حج نہ کیا تھا اُنہیں اس معاملہ میں تردّد تھا کہ اسلامی عبادات میں سب سے افضل کونسی عبادت ہے۔ مگر جب اُنہوں نے خود حج کر کے اُن بے حد وحساب فائدوں کو دیکھا جو اس عبادت میں پوشیدہ ہیں تو بے تامل پکار اُٹھے کہ یقیناً حج سب سے افضل ہے"۔

سفرِ حج میں دیکھئے کہ اس میں سب سے بڑا محرک اللہ کی محبت اور حرم پاک کی زیارت اور طواف کرنے کی خواہش کارفرما ہوتی ہے۔ زندگی میں انسان کو بار بار سفر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ کبھی تجارت کے لیے، کبھی سیر وتفریح کے لیے، کبھی تعلیم وتربیت کے لیے، کبھی دور دراز مقامات پر ڈیوٹی دینے کے لیے۔ مگر اس سفر میں گھر چھوڑا جاتا ہے۔ بال بچوں سے جدائی اختیار کی جاتی ہے، کاروباری اور تاجر آدمی کو اپنے کاروبار اور تجارت کو دوسروں کے حوالہ کرنا پڑتا

ہے۔ یہ سب کچھ آدمی صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور اللہ کی محبت میں کرتا ہے۔ اس طرح حج کی عبادت سے اللہ کے ساتھ والہانہ محبت اور عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ حج کے اس سفر سے حاجی میں یہ جذبہ اُبھرتا ہے کہ دین کی خدمت اور آبیاری کے لیے اگر کبھی گھر چھوڑنے اور دور دراز سفر کرنے کی ضرورت پڑے تو اس کے لیے ذہناً تیار ہوتا ہے۔ حج کے اس مقدس سفر سے اُس کو تربیت حاصل ہو جاتی ہے۔

حج کے سفر میں گھر سے رخصت ہوتے ہی نیکی اور خدا پرستی کے جذبات پرورش پاتے ہیں۔ دوران سفر ذکر و اذکار سے حاجی اور حاجن کی زبانیں تر رہتی ہیں۔ نیک ارادے اور نیک خیالات اُمنڈ آتے ہیں۔ اللہ برتر و بزرگ کے دربار میں حاضری کا شوق اور ولولہ لمحہ بہ لمحہ پروان چڑھتا ہے۔ بار بار اپنی زندگی کے گزرے شب و روز پر نظر پڑتی ہے۔ اپنی کمزوریاں اور کوتاہیاں سامنے آجاتی ہیں۔ اللہ کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ بدیوں سے نفرت اور نیکیوں سے پیار ہو جاتا ہے۔ لڑائی جھگڑے سے اجتناب کا جذبہ اُبھرتا ہے۔ دوسروں کی خدمت کرنے اور آسائش پہنچانے کی رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ غیبت اور گالی گلوچ سے زبان پر قدغن لگ جاتی ہے۔ ہم سفر ساتھیوں سے میل ملاپ بڑھ جاتا ہے۔ ایک دوسرے کے حالات جان کر باہمی رفاقت اور اخوت کے جذبات موجزن ہو جاتے ہیں۔ اس طرح یہ سفر عبادت بن جاتا ہے اور اس میں دل گداز اور آنکھوں کی نمی، اللہ کی بندگی کی بے پایاں لذت اور چاشنی عطا کرتی ہے۔ کسی دوسرے سفر میں اس انداز کے اوصاف اور خصوصیات دیکھنے اور تجربے میں نہیں آتے ہیں۔

احرام اور اس کے شرائط

سفر کا ایک حصہ ختم ہو چکنے کے بعد حاجی کو احرام باندھنا پڑتا ہے۔ ایک فقیرانہ لباس، جس میں ایک تہہ بند، ایک چادر اور جوتی کے سوا کچھ نہیں ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تک جو تھے سو تھے، مگر اب خدا کے دربار میں جانا ہے، فقیر بن کر جانا ہے۔ ظاہر بھی فقیر اور باطن بھی فقیر

بن جاتا ہے۔ رنگین کپڑے اور آرائش سب چیزوں سے پرہیز، سادہ لباس، موزے نہیں پہننے ہیں۔ خوشبو کا استعمال نہیں کرنا ہے۔ بال نہیں بنانے ہیں۔ ہر قسم کی زینت سے پرہیز کرنا ہے۔ عورت اور مرد کا تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ ایسی حرکات وسکنات سے بھی بچ کر رہنا ہے جو اس کا شوق یا اس کی یاد دلانے والی ہوں۔ شکار نہ کرو اور نہ کسی کو شکار کی طرف اشارہ کرو، فقیرانہ لباس پہن کر، غرور اور تکبر سے اپنے قلب و ذہن کو صاف کرو۔ مسکینی اور اللہ کے دربار میں بندگی کا جذبہ پورے وجود پر چھا جائے۔ دنیا پرستی اور دنیاداری کے سارے پھن چھوٹ جاتے ہیں۔ ایسی کیفیت کسی اور سفر میں کبھی پیدا نہیں ہو سکتی ہے۔ یہ اس سفر اور اس عبادت کے قدرتی اور فطری اثرات ہیں جن سے حاجی اور حاجن حج کے دوران میں مستفید ہو جاتے ہیں۔

تلبیہ

احرام باندھنے کے ساتھ جو کلمات حاجی کی زبان سے نکلتے ہیں جن کو وہ ہر نماز کے بعد اور ہر بلندی پر چڑھتے وقت اور ہر پستی کی طرف اُترتے وقت اور ہر قافلے سے ملتے وقت اور ہر روز صبح نیند سے بیدار ہو کر بلند آواز سے پکارتا ہے وہ یہ ہیں۔

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ۔

حاضر ہوں میرے اللہ میں حاضر ہوں، حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، یقیناً تعریف سب تیرے ہی لیے ہے۔ نعمت سب تیری ہے اور ساری بادشاہی تیری ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

یہ وہ آواز ہے جو حضرت ابراہیمؑ کی پکار کے جواب میں حاجی دیتا ہے۔ ساڑھے چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیمؑ نے پکارا تھا ''اللہ کے بندو اللہ کے گھر کی طرف آؤ۔ زمین کے ہر گوشے سے آؤ۔ خواہ پیدل آؤ، خواہ سواریوں پر آؤ''۔ جواب میں حرم پاک کا ہر مسافر بلند آواز سے کہہ رہا

ہے۔ ”میں حاضر ہوں۔ میرے اللہ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں صرف تیری طلبی پر حاضر ہوں۔ تعریف ہی تیرے لیے ہے۔ نعمت تیری ہے، ملک تیرا ہے۔ کسی چیز میں تیرا کوئی شریک نہیں“۔

حج بیت اللہ کے موقع پر حاجی کا یہ اقرار اور اعلان کاش ساری زندگی میں وہ یاد رکھتا اور دم واپسیں تک اس کی زندگی صرف اور صرف اللہ کی بندگی میں گزرتی تو پوری اُمت ساری دنیا کے لیے رحمت و رافت کا پیغام بر بن جاتی۔

طوافِ زیارت

اس شان سے حاجی مکہ پہنچتا ہے اور جاتے ہی سیدھا اُس آستانے کا رُخ کرتا ہے جس کی طرف بلایا گیا تھا۔ آستانِ درمت کو چومتا ہے۔ پھر اپنے عقیدے، اپنے ایمان اور اپنے دین و مذہب کے اس مرکز کے گرد چکر لگاتا ہے۔ ہر چکر آستانہ بوسی سے شروع کرتا ہے اور آستانہ بوسی پر ہی ختم کرتا ہے۔ اس کے بعد مقام ابراہیمؑ پر دو رکعتیں سلامی کی پڑھتا ہے۔ پھر وہاں سے کوہ صفا پر چڑھتا ہے، وہاں سے جب کعبہ پر نظر پڑتی ہے تو پکار اُٹھتا ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعۡبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ۔

”کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا، کسی دوسرے کی ہم بندگی نہیں کرتے، ہماری اطاعت صرف اللہ کے لیے خاص ہے خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔“

سعی صفا و مروہ، وقوفِ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ۔ دن نکلتا ہے تو منیٰ کی طرف کوچ ہوتا ہے اور وہاں اُس ستون پر کنکریوں سے چاند ماری کی جاتی ہے جہاں تک اصحابِ فیل کی فوجیں کعبہ ڈھانے کے لیے پہنچ گئی تھیں۔ یہ کنکری مارنے کے ساتھ اللہ کا سپاہی کہتا جاتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ تَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ وَاتِّبَاعًا لِّسُنَّۃِ نَبِیِّکَ

''کنکریوں کی اس چاند ماری کا مطلب یہ ہے کہ خدایا جو تیرے دین کو مٹانے اور تیرا بول نیچا کرنے اُٹھے گا میں اُس کے مقابلے میں تیرا بول بالا کرنے کے لیے یوں لڑوں گا۔ پھر اس جگہ قربانی کی جاتی ہے تاکہ راہِ خدا میں خون بہانے کی نیت اور عزم کا اظہار عمل سے ہو جائے۔

بحوالہ خطبات از مولانا مودودیؒ

حج بیت اللہ کے یہ مراسم انجام دینے کے بعد ایک حاجی کی زندگی میں خوشگوار اور صالح انقلاب آجانا چاہیے تھا۔ مگر اکثر حجاج کرام کی زندگیاں حج کے بعد بھی بہت کم بدل جاتی ہیں۔ جیسے گھروں سے نکل کر ان کی زندگی کے اطوار اور خدوخال ہوتے ہیں ویسے ہی واپس آجانے کے بعد بھی برقرار اور موجود ہوتے ہیں۔ عبادات کے بعد مسلمان کی زندگی بدل جانے کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو جاتا ہے۔ بقولِ علامہ اقبالؒ

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں، تو باقی نہیں ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام

عید الاضحیٰ کی نسبت حضرت ابراہیمؑ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ ہے۔ حرم پاک بھی اُنہی کے ہاتھوں تعمیر ہوا ہے۔ بے پناہ ابتلاء اور آزمائشوں کے ادوار سے گزرے ہیں۔ جن میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی یاد میں پوری اُمت کے لیے جانوروں کی قربانی سنتِ ابراہیم علیہ السلام کے طور دی جاتی ہے۔

چار ہزار برس سے زیادہ عرصہ گزرا ہے جب آپ علیہ السلام عراق میں پیدا ہوئے تھے۔ پوری قوم ایک طرف اپنے دور کے ترقی یافتہ اقوام میں شامل تھی، مگر جہالت اور خدا ناشاسی کا

حال یہ تھا کہ چاند، تاروں اور آفتاب کی پرستش کرتے تھے۔ پتھروں اور ہاتھ سے بنائے اور تراشے ہوئے سنگ پاروں کے آگے سجدہ ریز ہو جاتے تھے۔ توہم پرستی، فال گیری، جادو ٹونے، غیبت گوئی اور تعویذ گنڈے کا خوب رواج تھا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس گھر میں جنم لیا وہ پجاریوں کا گھرانا ہی تھا۔ اُن کے باپ دادا اور پورا قبیلہ بت پرستی اور توہم پرستی کا گڑھ تھا اور پنڈت و ہریجن کی حیثیت سے پوری قوم کو شرک و بت پرستی کی طرف رہنمائی کرتے تھے۔

ابراہیم علیہ السلام نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے گھر اور خاندان کی اس روش اور بت پرستی کے رنگ میں رنگ جانے سے انکار کیا۔ قرآن پاک میں اس صورتِ حال کی طرف ان آیات میں توجہ مبذول کی گئی ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ○ وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ○ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ ○ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ○ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَٰذَا رَبِّي هَٰذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ○ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○

(سورہ انعام، ۷۴ تا ۷۹)

ترجمہ: ابراہیمؑ کا واقعہ یاد کرو جبکہ اُس نے اپنے باپ آزر سے کہا تھا "کیا تُو بتوں کو خدا بناتا ہے؟ میں تو تجھے اور تیری قوم کو کُھلی گمراہی میں پاتا

ہوں"۔ ابراہیمؑ کو ہم اسی طرح زمین اور آسمانوں کا نظامِ سلطنت دکھاتے تھے اور اس لیے دکھاتے تھے کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔ چنانچہ جب رات اس پر طاری ہوئی تو اُس نے ایک تارا دیکھا۔کہا یہ میرا رب ہے۔مگر جب وہ ڈوب گیا تو بولا ڈوب جانے والوں کا تو میں گرویدہ نہیں ہوں۔ پھر جب چاند چمکتا نظر آیا تو کہا یہ ہے میرا رب۔مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہ کی ہوتی تو میں بھی گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا ہوتا۔پھر جب سورج کو روشن دیکھا تو کہا یہ ہے میرا رب، یہ سب سے بڑا ہے۔مگر جب وہ بھی ڈوبا تو ابراہیمؑ پکار اُٹھا "اے برادرانِ قوم! میں اُن سب سے بیزار ہوں جنہیں تم خدا کا شریک ٹھیراتے ہو۔میں نے تو یکسُو ہو کر اپنا رخ اُس ہستی کی طرف کرلیا جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

مظاہر قدرت کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خالق کائنات کے ادراک اور شناخت کی توفیق عطا کی۔آفتاب کے غروب کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ ڈوبنے اور غروب ہونے والے انسان کے خالق، مالک اور رب نہیں ہو سکتے ہیں۔علامہ اقبالؒ نے اس کی منظر کشی یوں فرمائی ہے:

وہ سکوتِ شامِ صحرا میں غروبِ آفتاب
جس سے روشن تر ہوئی چشمِ جہاں بینِ خلیلؑ!

عین الیقین حاصل ہو جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود جو ملک کا بادشاہ تھا کے پاس جا کر دعوت دی کہ آپ ربِ کائنات کو اپنا خالق اور مالک تسلیم کریں اور اُس کی بندگی کا راستہ اختیار کریں۔ کیونکہ زندگی اور موت اُسی کے ہاتھ میں اور حد اختیار میں ہے۔قرآن پاک

میں اس کا تذکرہ ان آیات میں آیا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ O

کیا تم نے اس شخص کے حال پر غور نہیں کیا، جس نے ابراہیمؑ سے جھگڑا کیا تھا؟ جھگڑا اس بات پر کہ ابراہیمؑ کا رب کون ہے، اور اس بنا پر کہ اس شخص کو اللہ نے حکومت دے رکھی تھی۔ جب ابراہیمؑ نے کہا کہ "میرا رب وہ ہے، جس کے اختیار میں زندگی اور موت ہے،" تو اس نے جواب دیا: "زندگی اور موت میرے اختیار میں ہے۔" ابراہیمؑ نے کہا: "اچھا، اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تو ذرا اسے مغرب سے نکال لا۔" یہ سن کر وہ منکرِ حق ششدر رہ گیا، مگر اللہ ظالموں کو راہِ راست نہیں دکھایا کرتا۔

(البقرہ، ۲۵۸۔)

نمرود سے مجادلہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب بناتے ہوئے کہا کہ تم جن بتوں کی پوجا کرتے ہو یہ نہ تو سنتے ہیں نہ بولتے ہیں۔ آخر تم ان کی عبادت کیوں کرتے ہو۔ سورہ الانبیاء میں آیت ۵۲ سے ۶۷ تک اس مکالمہ کی تفصیل آئی ہے۔ جب قوم لاجواب ہوگئی اور حضرت ابراہیمؑ نے موقع پا کر بت کدے میں جا کر بتوں کو توڑ پھوڑ کا نشانہ بنایا تو بت پرست قوم نے فیصلہ کیا کہ ان کو آگ کے الاؤ میں پھینک دیا جائے۔

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ O قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ O وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ O

اُنھوں نے کہا" جلا ڈالو اِس کو اور حمایت کرو اپنے خداؤں کی اگر تمہیں کچھ کرنا ہے۔" ہم نے کہا" اے آگ، ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراہیمؑ پر۔" وہ چاہتے تھے کہ ابراہیمؑ کے ساتھ بُرائی کریں۔ مگر ہم نے اُن کو بُری طرح ناکام کر دیا۔ (الانبیاء،۶۸تا۷۰)

یہ ایک زندہ معجزہ تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے الاؤ سے زندہ اور صحیح وسلامت رکھا اور آگ کو اُن کے لیے گلزار میں بدل دیا۔ اللہ پر توکل اور بھروسہ کر کے ایسے معجزے آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے:

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستان پیدا!

آگ کے الاؤ سے نجات حاصل کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے وطن سے ہجرت کی اس کا تذکرہ سورہ الصّفات کی ان آیات میں آیا ہے۔

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَى رَبِّي سَيَهْدِينِ۔ Oرَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَO

ابراہیمؑ نے کہا" میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں، وہی میری رہنمائی کرے گا۔ اے پروردگار، مجھے ایک بیٹا عطا کر جو صالحوں میں سے ہو"

(الصّفات: ۹۹، ۱۰۰)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کو اولاد صالح عطا کی۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ایک اور زبردست آزمائش آئی کہ لڑکا جب چلنے پھرنے اور باتیں کرنے کے لائق بن گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ میری راہ میں اپنی اولاد قربان کر دے۔ یہ فرمان خواب کی صورت میں آگیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ ان آیات میں اس کا تذکرہ آیا ہے:

فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ○ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ○

ہم نے اس کو ایک حلیم (بردبار) لڑکے کی بشارت دی۔ وہ لڑکا جب اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو (ایک روز) ابراہیمؑ نے اس سے کہا، "بیٹا، میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، اب تو بتا تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا، "ابا جان، جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالیے، آپ انشاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے"۔

بیٹے کی رضامندی حاصل کر کے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو لٹا دیا اور اُس کے گلے پر چھری چلانے کی کوشش کی۔ ان آیات میں اس کی تفصیل آئی ہے:

فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ○ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ○ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ○ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ○ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ○

آخر کو جب ان دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیمؑ نے بیٹے کو ماتھے کے بل گرا دیا اور ہم نے ندا دی کہ "اے ابراہیمؑ، تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی"۔ اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیے میں دے کر اس بچے کو چھڑا لیا۔ اور اس کی تعریف و توصیف ہمیشہ کے لیے بعد کی نسلوں میں چھوڑ دی۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جس وقت سے حق منکشف ہُوا اُس وقت سے مرتے دم تک ان کی زندگی آزمائشوں اور قربانیوں سے عبارت ہے۔ انہوں نے ربِّ کائنات پر شعوری طور

ایمان لانے کے بعد اپنے گھر میں اعلانِ حق کر کے اپنے باپ اور خاندان کے ساتھ لڑائی مُول لی۔ پھر اپنی قوم کے ساتھ مجادلہ کیا اور اُن کو بت پرستی اور اوہام پرستی سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ بُتوں کو مسمار کر کے اُنہوں نے قوم کو بتایا کہ انسانی ہاتھ سے تراشیدہ یہ پتھر کے مجسمے خدا نہیں ہو سکتے۔ قوم نے اپنے بتوں کی محبت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کا الاؤ تیار کیا۔ وہ بخوشی اس میں گرائے جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے ہجرت کی اور حجاز جا کر انہوں نے اُس گھر کی تعمیر کی جو کعبہ کے نام سے ساری دنیا میں مشہور ہے اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے دین اسلام کی عالمگیر تحریک کا مرکزِ تبلیغ و اشاعت قرار دیا گیا۔

ان آزمائشوں میں پورا اُترنے کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پوری دنیا کے انسانوں کے لیے امام اور پیشوا بنایا۔ ارشاد فرمایا گیا:

وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ○

یاد کرو کہ جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ اُن سب میں پورا اتر گیا، تو اس نے کہا: "میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں"۔ ابراہیمؑ نے عرض کیا: "اور کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے"؟ اس نے جواب دیا: "میرا وعدہ ظالموں سے متعلق نہیں ہے"

(البقرہ، ۱۲۴)

تشریح: یعنی یہ وعدہ تمہاری اولاد کے صرف اُس حصّے سے تعلق رکھتا ہے جو صالح ہو۔ ان میں سے جو ظالم ہوں گے، اُن کے لیے یہ وعدہ نہیں ہے۔ اس سے یہ بات خود ظاہر ہو جاتی ہے کہ گمراہ یہودی اور مشرک بنی اسمٰعیل اس وعدے کے مصداق نہیں ہیں۔ (تفہیم القرآن، جلد اول)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جامع صفات کا تذکرہ سورہ النحل کے آخری رکوع

کی ابتدائی آیات میں کیا ہے۔ انہی آیات میں نبی آخر الزماں ﷺ کو ارشاد فرمایا گیا ہے کہ آپ یکسو ہو کر حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر چلو۔ اُن کی نمایاں اور امتیازی خصوصیت اور وصف یہ ہے کہ وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا۔ ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ۝ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

واقعہ یہ ہے کہ ابراہیمؑ اپنی ذات سے ایک پوری اُمت تھا، اللہ کا مطیعِ فرمان اور یکسو۔ وہ کبھی مشرک نہ تھا۔ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا تھا۔ اللہ نے اُس کو منتخب کر لیا اور سیدھا راستہ دکھایا۔ دنیا میں اس کو بھلائی دی اور آخرت میں وہ یقیناً صالحین میں سے ہوگا۔ پھر ہم نے تمہاری طرف یہ وحی بھیجی کہ یکسو ہو کر ابراہیمؑ کے طریقے پر چلو اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ (النحل: ۱۲۰ تا ۱۲۳)

تشریح: یعنی وہ اکیلا انسان بجائے خود ایک اُمت تھا۔ جب دنیا میں کوئی مسلمان نہ تھا تو ایک طرف وہ اکیلا اسلام کا علمبردار تھا اور دوسری طرف ساری دنیا کفر کی علمبردار تھی۔ اُس اکیلے بندۂ خدا نے وہ کام کیا جو ایک اُمت کے کرنے کا تھا۔ وہ ایک شخص نہ تھا بلکہ ایک پورا ادارہ تھا۔

(تفہیم القرآن، جلد چہارم)

درگزر مثلِ کلیم از رودِ نیل
سوئے آتش گامزن مثلِ خلیلؑ

نغمۂ مردے کہ دارد بوئے دوست

ملتے را می بُرد تا کوئے دوست

اقبالؒ

ترجمہ ”حضرت موسیٰؑ کی طرح دریائے نیل پار کرنے۔ حضرت ابراہیمؑ کی طرح آگ کے الاؤ کی طرف گامزن ہو جا۔ وہ نغمہ جس میں اللہ کی محبت اور بندگی کی خوشبو ہو۔ وہی پوری ملّت کو منزلِ مقصود تک پہنچا سکتا ہے۔

قربانی

عید الاضحی کو پوری دنیا کے مسلمان جانوروں کی قربانیاں دیتے ہیں۔ حجاج کرام مکہ مکرمہ میں اور باقی مسلمان اپنے اپنے مقامات پر حلال جانوروں کی قربانی کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ یہ قربانی کی نماز ادا کرنے کے بعد کی جاتی ہے۔ کیونکہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ مطہرہ یہی ہے کہ نماز عید کی دو رکعتیں ادا کرنے کے بعد یہ قربانی دی جائے۔ قربانی کے متعلق دورِ جاہلیت میں یہ تصور تھا کہ خون اور گوشت خانہ کعبہ کی دیواروں پر لتھیڑا جائے۔ اسلام نے اس جاہلانہ عمل کو ختم کر دیا اور اعلان کیا کہ خون اور گوشت اللہ کو نہیں پہنچتا ہے اور نہ وہ اس کا محتاج ہے۔ قربانی کا اصل مقصد اور روح یہ ہے کہ قربانی کرنے والے کی زندگی تقویٰ شعار بن جائے اور قربانی دیتے وقت اُس کے ساتھ اس کا پس منظر بھی مستحضر ہو۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ

نہ اُن کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں نہ خون، مگر اُسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

قربانی کے بارے میں یہ ضروری ہے کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت پاک کو یاد کریں کہ انہوں نے اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے خواب میں اشارہ پا کر اپنے اکلوتے بیٹے

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا اقدام کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کی یہ مخلصانہ ادا قبول کی اور بذریعہ وحی اُن کو فرمایا کہ آپ نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔ بیٹے کی بجائے مینڈھا ذبح کریں۔ ہم آپ کی سنت تا صبح قیامت جاری وساری رکھیں گے۔ اس کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں آیا ہے۔ قربانی کرنے والے مسلمان کو اس پر بھی نگاہ رکھنی چاہیے کہ ہم قربانی کرتے ہوئے کس بات کا اعلان اور اقرار کرتے ہیں۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝

کہو، میری نماز، میرے تمام مراسم عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا میں ہوں۔

الانعام، ۱۶۲، ۱۶۳

اس اعلان سے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارا سب کچھ اللہ کا ہے اور اللہ کی مرضی اور منشاء کے مطابق ہی اس کا استعمال بھی ہونا چاہیے۔ اس اقرار کے بعد ہماری زندگی کا کوئی کام اللہ کی ہدایت اور رہنمائی کے دائرے سے باہر نہیں ہونا چاہیے، مگر جب ہم اپنی عملی زندگی کی طرف دیکھتے ہیں تو اس اقرار اور اعلان کا ہمیں کوئی پاس ولحاظ نہیں رہتا ہے اور ہم اعلاناً قرآن وسنت کی تعلیمات کے خلاف انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارتے ہیں۔ ہم نے دین کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا ہے۔ عبادات میں اسلام اور باقی زندگی میں غیر اسلام۔ لادین سیاست کے علمبردار اور پیروکار۔ جب تک مسلمان کی زندگیوں سے یہ تضاد دُور نہیں ہوگا، نہ ان کی دُنیا سدھر سکتی ہے اور نہ ہی آخرت میں اُن کو اللہ برتر و بزرگ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوگی اور نہ ہی ہم شفاعت رسول ﷺ کا استحقاق حاصل کریں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کی سنت کو نبی آخرالزمان ﷺ نے اپنا کر پوری ملت کو اس پر عمل کرنے کی تعلیم اور ہدایت فرمائی ہے، کی ساری زندگی قربانی سے ہی عبارت

ہے۔

اپنی قوم اور برادری کی بت پرستی اور شرک سے اعلانِ برأت، اُن کی پہلی قربانی تھی۔ آگ میں جلائے جانے کے خوف نے بھی ان کو باطل کو باطل اور حق کو حق کہنے سے باز نہیں رکھا۔ یہ اُن کی دوسری قربانی تھی۔ معجزاتی طور آگ کے الاؤ سے نجات پانے کے بعد انہوں نے ہجرت کی۔ جلاوطنی کی زندگی میں بھی انہوں نے تن تنہا اللہ کے بندوں کو اللہ کی بندگی کی طرف دعوت دی۔ توحید کا پرچار کیا۔ نہ اپنی جان کی پروا کی اور نہ ہی دنیوی مفادات کے پیچھے پڑے۔ اپنے مشن کی خدمت میں اُنہوں نے سب کچھ تج دیا۔ یہ اُن کی تیسری قربانی تھی۔ ان کی قربانیوں کے بعد بھی اللہ نے ان سے عزیز ترین بیٹے کی قربانی طلب کی۔ کیونکہ مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ اُسے سب سے زیادہ اللہ کی محبت ہونی چاہیے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ (البقرہ، ۱۶۵)

حالانکہ ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے بڑھاپے میں نرینہ اولاد عطا کی اور جب وہ جوان ہُوا ظاہر ہے کہ وہ اپنے باپ کے لیے سب سے زیادہ عزیز اور پیارا تھا۔ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اِسی عزیز ترین بیٹے کی قربانی طلب کی۔ اللہ کے مقرب بندے نے اس سخت ترین امتحان میں بھی کامیابی حاصل کی اور ارشاد پا کر ہی اپنے اکلوتے جوان بیٹے پر چُھری چلانا چاہی۔ اللہ رب کائنات کو جوان لڑکے کا خون درکار نہیں تھا۔ ''محض محبت کی آزمائش مقصود تھی'' اس سخت ترین آزمائش میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام پورے اُترے۔ یہ ان کی سب سے بڑی قربانی تھی۔ جسے اس شخص نے اپنے اسلام اور ایمان اور خدا کے ساتھ اپنی وفاداری کے ثبوت میں پیش کیا تھا۔ اس کے صلے میں خدا نے اُسے تمام دنیا کے انسانوں کا امام بنایا اور اپنی دوستی کے مرتبے پر سرفراز کیا۔

یہی وہ قربانی ہے، جس کی یادگار آج دنیا بھر کے مسلمان جانوروں کی قربانی

کر کے مناتے ہیں۔اس یادگار کے منانے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان کے اندر قربانی کی وہی روح، اسلام وایمان کی وہی کیفیت اور خدا کے ساتھ محبت و وفاداری کی وہی شان پیدا ہو، جس کا مظاہرہ حضرت ابراہیم نے اپنی پوری زندگی میں کیا ہے۔اگر کوئی شخص محض ایک جانور کے گلے پر چھری پھیرتا ہے اور اس کا دل اس روح سے خالی رہتا ہے تو وہ ناحق ایک جانور کا خون بہاتا ہے۔خدا کو اس کے خون اور گوشت کی کوئی حاجت نہیں۔وہاں تو جو چیز مطلوب ہے وہ دراصل یہ ہے کہ جو شخص کلمہ لا الہٰ الا اللہ پر ایمان لائے وہ مکمل طور پر بندہ حق بن کر رہے۔کوئی تعصب،کوئی دلچسپی،کوئی ذاتی مفاد،کوئی دباؤ اور لالچ،کوئی خوف اور نقصان،غرض کوئی اندر کی کمزوری اور باہر کی طاقت اس کو حق کے راستے سے ہٹا سکے۔وہ خدا کی بندگی کا اقرار کرنے کے بعد پھر کسی دوسری چیز کی بندگی قبول نہ کرے۔اس کے لیے ہر تعلق کو قربان کر دینا آسان ہو۔مگر اس تعلق کو قربان کرنا کسی طرح ممکن نہ ہو جو اس نے اپنے خدا سے قائم کیا ہے۔یہی قربانی اسلام کی اصل حقیقت ہے اور آج ہر زمانے سے بڑھ کر ہم اس کے محتاج ہیں کہ یہ حقیقت ہماری سیرتوں میں پیوست ہو۔مسلمانوں نے جب کبھی دنیا میں چوٹ کھائی ہے اسلام کی اسی حقیقت سے خالی ہو کر کھائی ہے۔"

(قربانی،از سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ ہے ابتدا تھے اسماعیلؑ

اقبالؒ

Innocence of Muslims

film released on 11/09/2012

اس نام کی فلم جس میں نبی آخر الزماں ﷺ فداہ ابی وامی جسمی و روحی کی شانِ اقدس کی توہین اور بے حرمتی کی گئی ہے۔ یہ فلم امریکہ میں Release کی گئی ہے۔ اس کے دکھائے جانے کے بعد پوری مسلم دنیا میں زبردست غم و غصے کا اظہار کیا گیا۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ سڑکوں اور کھلے میدانوں میں آئے اور انہوں نے بجا طور اپنے مجروح جذبات کا اظہار کیا۔ عرب ممالک میں احتجاج کا آغاز ہُوا۔ اُس کے بعد دوسرے غیر عرب ممالک میں بھی مظاہرے ہوئے۔ فلم ساز اور امریکہ کے خلاف زبردست نفرت اور ناراضگی کا لاوا پھوٹ پڑا۔ بھارت جہاں بتایا جاتا ہے کہ 20 کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ تامل ناڈو کے بغیر کہیں کوئی بڑا مظاہرہ نہیں ہوا ہے۔ جموں کشمیر جو گزشتہ 64 سال سے بھارت کے فوجی قبضے میں ہے اور جس کو بغیر کسی لاگ لپٹ کے بھارت کی فوجی چھاؤنی اور کالونی کہا جاسکتا ہے۔ یہاں اول روز سے ہی پُر امن اور پُر وقار مظاہرے ہوئے۔ عرب ممالک میں لیبیاؔ میں پُر تشدد مظاہرے ہوئے جہاں امریکہ کے سفارت خانے پر حملہ ہوا اور امریکہ کے سفیر اور تین امریکی شہری قتل کر دئے گئے۔ مظاہرے جس ذاتِ اقدس ﷺ کی توہین اور بے حرمتی کے خلاف ہوئے اُن کی تعلیمات کے مطابق لیبیا میں یہ قتل اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے اور باشعور انسان اور خاص طور باشعور مسلمان کو اس کی شدید الفاظ میں مذمت کرنی چاہیے۔ ایسا کسی حال میں نہیں ہونا چاہیے تھا۔

21 رستمبر جمعۃ المبارک کو پاکستان کی حکومت نے "عشقِ رسول ﷺ دن" کے نام سے تعطیل کا اعلان کیا اور پورے ملک میں پُر تشدد مظاہرے ہوئے۔ 19 رافراد کے مارے جانے کی خبر ہے اور 100 کے قریب لوگ زخمی ہو گئے ہیں۔ بینکوں پر حملے ہوئے اور گاڑیاں نذرِ آتش کر دی گئیں۔ اسی روز متنازعہ خطہ جموں کشمیر میں بھی مجموعی طور پُر امن مظاہرے ہوئے اور نام نہاد حکومت نے کرفیو نافذ کر دیا۔ لوگوں کے لیے زبردست مشکلات پیدا کی گئیں۔ احتجاج کے دوران

جن لڑکوں نے آزادی کے نعرے سر کیئے ان کو ایک ایک کر کے گرفتار کر کے پولیس تھانوں میں زیرِحراست رکھا گیا۔ مصدقہ اطلاع ہے کہ شہید گنج تھانے میں جن لڑکوں کو گرفتار کر کے محبوس رکھا گیا اُن میں سب سے بڑا لڑکا ساتویں درجے کا طالب علم تھا، باقی اس سے بھی کم عمر کے تھے۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے یہاں کی پولیس کی زور زبردستی اور خوف وہراس پیدا کرنے کی روش اور انداز کیا ہیں۔

فلم ساز کی درپردہ دین کے خلاف غم وغصے کا اظہار مسلمانوں پر لازم ہے۔ کوئی باشعور اور غیرت مند مسلمان رسول رحمت ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کبھی برداشت نہیں کرے گا۔ امریکہ کے صدر نے اس فلم کے خلاف اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں لب کُشائی کی ہے، مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ ”آزادی رائے کے خلاف ہم کوئی اقدام نہیں کر سکتے، کیونکہ ہمارے ملک میں رائے کی آزادی کا احترام ہے“۔ چاہے وہ راہے دوسروں کے جذبات کے ساتھ کھلواڑ بھی ہو۔ امریکہ کے جمہوریت اور آزادی کے نعروں کی حقیقت سے پوری دُنیا واقف ہے۔ آج ساری دنیا میں جہاں جہاں انسانی خون کی ارزانی بالعموم اور بالخصوص مسلمانوں کے خون کی ارزانی دیکھنے میں آرہی ہے۔ اس میں امریکہ کی حکومت اور امریکہ کی پالیسی کے ہاتھ کی رنگینی دیکھنے میں آرہی ہے۔ افغانستان، عراق، فلسطین اور پاکستان میں جو کچھ امریکہ اور اس کے اتحادی کر رہے ہیں وہ تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے۔ پاکستان میں ڈرون حملوں میں آج تک تین ہزار لوگ مارے جاچکے ہیں۔ ان میں اکثریت عام شہریوں کی ہے۔ یہ اس پاکستان کے باشندوں کے ساتھ کیا جارہا ہے جس پاکستان کے عاقبت نااندیش حکمرانوں نے 9/11 کے بعد امریکہ کو اپنی سرزمین، ہوائی اڈے اور راستے افغانستان کو تاراج کرنے کے لیے پیش کئے ہیں۔ واحسرتا!

غور طلب باتیں

رحمۃ للعالمین ﷺ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ اس نوعیت کے واقعات دورِ رسالت میں بھی وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ ان واقعات میں اللہ برتر و بزرگ کی طرف سے کیا رہنمائی تھی اور خود

ذاتِ اقدس ﷺ کا طرزِ عمل کیا رہا ہے اس پر دنیا بھر کے مسلمانوں کو ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچ بچار کرنا ہے۔

مکّی زندگی کے تیرہ سال، تاریخ اور سیرتِ طیبہ کے صفحات پر مرقوم ہیں۔ان سے رہنمائی حاصل کیئے بغیر ایسے ناخوشگوار واقعات میں ہمارا طرزِ عمل افراط وتفریط کا شکار ہوسکتا ہے اور ہو جاتا ہے۔ کتنے الزامات، اتہامات، طعن و تشنیع اور جسمانی اذیتیں تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں۔ وحی کا نزول جاری تھا۔اللہ تعالیٰ نے حالات میں کیا رہنمائی فرمائی ہے۔قرآن پاک بھرا پڑا ہے۔کیا ہم اس سے رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں؟ اِلّا ماشاء اللہ۔مشرکین مکہ طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُلجھنے اور جھگڑا کرنے کی ہدایت نہیں فرمائی ہے۔سورہ یونس کی ایک آیت ملاحظہ فرمائیں۔

وَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○

اے نبی ﷺ، جو باتیں یہ لوگ تجھ پر بناتے ہیں وہ تجھے رنجیدہ نہ کریں، عزت ساری کی ساری خدا کے اختیار میں ہے، اور وہ سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے۔

(یونس،٦٥)

جب ساری عزت اور عظمت کا مالک خالق کائنات ہے اور اُس نے آپ کو رسالت کے عظیم مرتبہ پر فائز کر دیا ہے تو مشرکین مکہ کی باتوں سے آپ ﷺ کو کبھی رنجیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیے۔ایسے لوگ جو آپ کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں اور آپ پر من گھڑت الزامات اور اتہامات تراشتے ہیں۔آسمان پر تھوکتے ہیں اور آسمان پر تھوکنے والے اپنے چہرے کو ہی نشانہ بناتے ہیں۔سورہ الحجرات بھی مکی سورت ہے اس میں بھی بتایا گیا ہے کہ رسول رحمت ﷺ کو اتنی اذیتیں دی گئیں، اتنا ستایا گیا کہ

مخاطب قوم کی مسلسل ہٹ دھرمی، استہزا، مزاحمت اور ظلم وستم کی حد ہوگئی

ہے، جس کے بعد اب تفہیم کا موقع کم اور تنبیہ و انذار کا موقع زیادہ ہے۔ دوسرے یہ کہ اپنی قوم کے کفر و جحود اور مزاحمت کے پہاڑ توڑتے توڑتے نبی ﷺ تھکے جا رہے ہیں اور دل شکستگی کی کیفیت بار بار آپ ﷺ پر طاری ہو رہی ہے جسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تسلی دے رہا ہے۔

ارشاد فرمایا جا رہا ہے:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ○ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ○ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ○ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ○ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ○

ترجمہ: پس اے نبی ﷺ، جس چیز کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے اُسے ہانکے پکارے کہہ دو اور شرک کرنے والوں کی ذرا پروا نہ کرو۔ تمہاری طرف سے ہم اُن مذاق اُڑانے والوں کی خبر لینے کے لیے کافی ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی خدا قرار دیتے ہیں۔ عنقریب اُنہیں معلوم ہو جائے گا۔

ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ تم پر بناتے ہیں اُن سے تمہارے دل کو سخت کوفت ہوتی ہے۔ اُس کا علاج یہ ہے کہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرو، اُس کی جناب میں سجدہ بجالاؤ، اور اُس آخری گھڑی تک اپنے رب کی بندگی کرتے رہو جس کا آنا یقینی ہے۔

تشریح: یعنی تبلیغِ حق اور دعوتِ اصلاح کی کوششوں میں جن تکلیفوں اور مصیبتوں سے تم کو سابقہ پیش آتا ہے، ان کے مقابلے کی طاقت اگر تمہیں مل سکتی ہے تو صرف نماز اور بندگیِ رب پر استقامت سے مل سکتی ہے۔ یہی چیز تمہیں تسلی بھی دے گی، تم میں صبر بھی پیدا کرے گی، تمہارا حوصلہ بھی

بڑھائے گی، اور تم کو اس قابل بھی بنادے گی کہ دنیا بھر کی گالیوں اور مذمتوں اور مزاحمتوں کے مقابلے میں اس خدمت پر ڈٹے رہو جس کی انجام دہی میں تمہارے رب کی رضا ہے۔

مسلمانوں سے بھی کہا جا رہا ہے:

لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ O

ترجمہ: مسلمانو! تمہیں مال و جان دونوں کی آزمائشیں پیش آکر رہیں گی، اور تم اہل کتاب اور مشرکین سے بہت سی تکلیف دِہ باتیں سنو گے۔ اگر ان سب حالات میں تم صبر اور خدا ترسی کی روش پر قائم رہو تو یہ بڑے حوصلہ کا کام ہے۔ (آل عمران، ۱۸۶)

تشریح: یعنی اُن کے طعن و تشنیع، اُن کے الزامات، اُن کے بیہودہ طرزِ کلام اور اُن کی جھوٹی نشرو اشاعت کے مقابلہ میں بے صبر ہو کر تم ایسی باتوں پر نہ اُتر آؤ جو صداقت و انصاف، وقار و تہذیب اور اخلاقِ فاضلہ کے خلاف ہوں۔ (تفہیم القرآن، جلد اول)

رسول اکرم ﷺ اہل ایمان کے لیے سب سے مقدم ہیں۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ

ترجمہ: بلاشبہ نبی ﷺ تو اہلِ ایمان کے لیے اُن کی اپنی ذات پر مقدم ہے، اور نبی کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔

تشریح: یعنی نبی ﷺ کا مسلمانوں سے اور مسلمانوں کا نبی ﷺ سے جو تعلق ہے وہ تو تمام دوسرے انسانی تعلقات سے ایک بالا تر نوعیت رکھتا

ہے۔کوئی رشتہ اُس رشتے سے اور کوئی تعلق جو نبی اور اہل ایمان کے درمیان ہے، ذرہ برابر بھی کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ نبی ﷺ مسلمانوں کے لیے ان کے ماں باپ سے بھی بڑھ کر شفیق ورحیم اور ان کی اپنی ذات سے بڑھ کر خیرخواہ ہیں۔ان کے ماں باپ اور ان کے بیوی بچے ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، ان کے ساتھ خودغرضی برت سکتے ہیں، ان کو گمراہ کر سکتے ہیں، ان سے غلطیوں کا ارتکاب کرا سکتے ہیں، ان کو جہنم میں دھکیل سکتے ہیں، مگر نبی ﷺ اُن کے حق میں صرف وہی بات کرنے والے ہیں جس میں اُن کی حقیقی فلاح ہو۔وہ خود اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مار سکتے ہیں، حماقتیں کر کے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر سکتے ہیں، لیکن نبی ﷺ اُن کے لیے وہی کچھ تجویز کریں گے جو فی الواقع ان کے حق میں نافع ہو۔اور جب معاملہ یہ ہے تو نبی ﷺ کا بھی مسلمانوں پر یہ حق ہے کہ وہ آپ کو اپنے ماں، باپ اور اولاد اور اپنی جان سے بڑھ کر عزیز رکھیں، دنیا کی ہر چیز سے زیادہ آپ ﷺ سے محبت رکھیں، اپنی رائے پر آپ کی رائے کو اور اپنے فیصلے پر آپ کے فیصلے کو مقدم رکھیں، اور آپ ﷺ کے ہر حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیں۔

اسی مضمون کو نبی ﷺ نے اُس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے جسے بخاری و مسلم وغیرہ نے تھوڑے سی لفظی اختلاف کے ساتھ روایت کیا ہے کہ لا یؤمن احدُ کم حتی اکونَ احبَّ الیہ من والدہ وولدہ والنّاس اجمعین۔"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُس کو اس کے باپ اور اولاد سے اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہوں۔

اس محبت اور حُبِ رسول ﷺ کا تقاضا ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں اُن کی

مکمل اطاعت اور فرماں برداری کریں اور اُن کی شانِ اقدس میں کوئی گستاخی کرے تو اُس کے بارے میں بھی اُن کے اسوہ حسنہ کی پیروی کریں۔ اپنے جذبات اور احساسات کو اُن کی اطاعت کے دائرے میں رکھیں۔ جذبات سے بے قابو نہ ہو جائیں۔ کوئی ایسی حرکت نہ کریں جو اُن کے عملی نمونہ کے مطابق نہ ہو۔ ہم کو یاد رکھنا چاہیے کہ مکہ مکرمہ میں ایک خاتون اپنے گھر کا کوڑا جمع کر کے رکھتی تھی اور جب رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس راستے سے گزرتے تھے تو اُن کے شانہ مبارک پر پھینک دیتی تھی۔ عظمت والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاموشی کے ساتھ یہ برداشت کرتے تھے۔ ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس راستے سے گزرے، مگر آج اس خاتون نے کوڑا نہیں پھینکا۔ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کے بارے میں پوچھا، کیا وجہ ہے؟ بتایا گیا خاتون بیمار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بغیر کسی تامل کے اُن کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ خاتون بہت شرمندہ ہوئی اور اس خلق عظیم کو دیکھ کر اُن کی رسالت پر ایمان لائی اور کلمہ شہادت پڑھ کر دولتِ ایمان سے فیض یاب ہوئی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

۲۱ ستمبر ۲۰۱۲ء کو حکومت پاکستان نے احتجاج اور تعطیل کے لیے یہی نعرہ دیا کہ گستاخانہ فلم کے خلاف احتجاج کرنے کے لیے ہم عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مظاہرہ کریں۔ پھر جو کچھ اس روز پاکستان میں ہوا اُس کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کوئی واسطہ اور تعلق نہیں تھا۔ عشق کا مطلب ہے انتہائے محبت اور انتہائے محبت کا تقاضا ہے کامل اطاعت۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے پیغمبر بنی نوع انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے بھیجے ہیں اُن کی رسالت پر ایمان لانا ہی کافی نہیں ہے، بلکہ ان کی کامل اطاعت مطلوب اور مقصود ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (سورہ نسآ، ۶۴۔)

ترجمہ: (انہیں بتاؤ کہ) ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اسی لیے بھیجا ہے کہ

اذنِ خداوندی کی بنا پر اس کی اطاعت کی جائے۔

تشریح: یعنی خدا کی طرف سے رسُول اس لیے نہیں آتا ہے کہ بس اس کی رسالت پر ایمان لے آؤ اور پھر اطاعت جس کی چاہو کرتے رہو۔ بلکہ رسُول کے آنے کی غرض ہی یہ ہوتی ہے کہ زندگی کا جو قانون وہ لے کر آیا ہے، تمام قوانین کو چھوڑ کر صرف اسی کی پیروی کی جائے اور خدا کی طرف سے جو احکام وہ دیتا ہے، تمام احکام کو چھوڑ کر صرف انہی پر عمل کیا جائے۔ اگر کسی نے یہی نہ کیا تو پھر اس کا محض رسُول کو رسُول مان لینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ (تفہیم القرآن، جلد اول)

آیت ۶۵ میں مزید وضاحت ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ○

ترجمہ: نہیں، اے محمد ﷺ! تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسُوس کریں، بلکہ سر بسر تسلیم کرلیں۔

تشریح: اس آیت کا حکم صرف حضور ﷺ کی زندگی تک محدُود نہیں ہے بلکہ قیامت تک کے لیے ہے۔ جو کچھ اللہ کی طرف سے نبی ﷺ لائے ہیں اور جس طریقہ پر اللہ کی ہدایت و رہنمائی کے تحت آپ نے عمل کیا ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کُن سند ہے اور اس سند کو ماننے یا نہ ماننے ہی پر آدمی کے مومن ہونے اور نہ ہونے کا فیصلہ ہے۔

حدیث میں اسی بات کو نبی ﷺ نے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ لا

یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ۔ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس اس طریقہ کی تابع نہ ہو جائے جسے میں لے کر آیا ہوں۔ (تفہیم القرآن، جلد اول)

طریق کار

اس تفصیل کے بعد ایسے ناخوشگوار سانحات اور واقعات کے بعد پوری ملت کو سوچنا چاہیے کہ پُر امن اور پُر وقار طریقہ پر احتجاج ہونا چاہیے۔ بڑے بڑے شہروں اور مرکزی مقامات پر منظم جلسے منعقد کئے جائیں۔ ان جلسوں میں برادرانِ ملت تک قرآن اور سنت مطہرہ کی تعلیمات کے مطابق پیغام پہنچایا جائے۔ سیرتِ پاک پر روشنی ڈالی جائے اور سیرتِ پاک کے وہ گوشے سامنے لائے جائیں جن سے نہ صرف غیر مسلم دنیا، بلکہ خود مسلمان بھی ناواقف اور محروم ہیں۔ اس طرح گستاخی کرنے والے دریدہ دہنوں کو جواب دیا جائے، کہ جس پیغمبر آخر الزماں ﷺ کو تم لوگ تنقید اور تنقیص کا نشانہ بنا رہے ہو وہ پوری انسانیت کے لیے محسن اور رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ○

ترجمہ: اے محمد ﷺ، ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔ (الانبیاء، ۱۰۷)

تشریح: دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "ہم نے تم کو دنیا والوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے"۔ دونوں صورتوں میں مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت دراصل نوع انسانی کے لیے خدا کی رحمت اور مہربانی ہے، کیونکہ آپ نے آ کر غفلت میں پڑی ہوئی دنیا کو چونکایا ہے، اور اسے وہ علم دیا ہے جو حق اور باطل کا فرق واضح کرتا ہے، اور اس کو بالکل غیر مشتبہ طریقہ

سے بتا دیا ہے کہ اس کے لیے تباہی کی راہ کونسی ہے اور سلامتی کی راہ کونسی۔
کفارِ مکہ حضور ﷺ کی بعثت کو اپنے لیے زحمت اور مصیبت سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس شخص نے ہماری قوم میں پھوٹ ڈال دی ہے، ناخُن سے گوشت جدا کر کے رکھ دیا ہے۔ اس پر فرمایا گیا کہ نادانو، تم جسے زحمت سمجھ رہے ہو یہ درحقیقت تمہارے لیے خدا کی رحمت ہے۔

(تفہیم القرآن، جلد سوم)

یہ بھی بتا دیا جائے کہ نبی آخر الزمان ﷺ صرف عرب ملک اور قوم کے لیے ہی نہیں بھیجے گئے ہیں، بلکہ پوری دنیا کے انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ: اور (اے نبی ﷺ) ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

ایسے بڑے بڑے منظم اور پُر وقار اور پُر امن جلسوں میں جن میں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان جمع ہوں گے، قرار دادیں پیش کی جاتیں۔ عالمی اداروں، اقوامِ متحدہ، او آئی سی، یورپین یونین، ایمنسٹی انٹرنیشنل، ریڈ کراس، الکٹرانک میڈیا، پرنٹ میڈیا اور دُنیا بھر کے انسانیت نواز اور عدل و انصاف قدروں کا احترام کرنے والوں کو بھیجا جائے کہ ایک ارب 60 کروڑ مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کا عمل ترک کیا جائے اور ایسے غیر مہذب اخبار نویسوں، کارٹونسٹوں، قلم کاروں، فلم سازوں، ادیبوں، شاعروں، مصنفوں کو تنبیہ کی جائے کہ مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے اور ٹھیس پہنچانے سے اجتناب کیا جائے اور یہ بھی غیر مبہم الفاظ میں بتایا جائے کہ آسمان پر تھوکنے سے تم کو رُسوائی کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اس طرزِ عمل کے برعکس جو طریق کار ہم آج کے دور میں اختیار کرتے ہیں اُس سے ہم ان اسلام دشمن عناصر کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے ہیں،

بلکہ ہم خود اسلام کی شبیہ بگاڑنے اور غلط تصویر پیش کرنے کے ''مجرم'' بن جاتے ہیں۔ایسے طرزِ عمل پر اسلام بھی بزبانِ حال احتجاج کرتا ہے:

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من آنچہ کرد آں آشنا کرد!

اقبالؒ

نشۂ قوت

جموں کشمیر کے متنازعہ خطہ پر بھارت کا فوجی قبضہ صرف اور صرف طاقت کی بنیاد پر ہے۔ اس کا کوئی سیاسی، اخلاقی، انسانی اور جمہوری جواز نہیں ہے۔گزشتہ 65 سالہ تاریخ ہمیں بتارہی ہے کہ بھارت قومی اور بین الاقوامی سطح پر کیئے ہوئے وعدوں سے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ انحراف کرتے ہوئے ساڑھے سات لاکھ فوج، ایک لاکھ پولیس، ہوسِ اقتدار کی شکار انتظامیہ اور دوسرے تمام وسائل کو مادی مفادات کے عوض خرید کر اپنے جبری قبضہ کو برقرار رکھ رہا ہے۔ 65 سال کے طویل عرصہ میں متنازعہ خطہ کے عوام نے 47ء کو جموں میں گاجر مولیوں کی طرح کاٹ کے رکھ دیا۔جب سے لے کر آج تک یہاں کی اکثریت اس فوجی قبضہ کے خلاف خون بہا رہی ہے۔عزتیں اور عصمتیں لٹوا رہی ہے۔ان کے مکانات ڈھائے اور خاکستر بنادئے جاتے ہیں۔جوانوں کو تشدد اور بربریت کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار کیا جارہا ہے۔انٹروگیشن سینٹروں میں مسلمان نوجوانوں کو سروں کے بل لٹکایا جارہا ہے۔اُن کے جسموں میں Roller پھیرے جارہے ہیں۔اُن کو جلتے ہوئے سٹووں میں جلایا جارہا ہے۔اُن کے جسموں میں لوہے کی سلاخیں تک داخل کردی جاتی ہیں۔تاریخ کے صفحات پر اس بربریت کی مثالیں ثبت ہوچکی ہیں۔کونن پوش پورہ، ترہگام کپواڑہ کی عصمت دری، بدراہ پائین کی عزت ریزی۔شوپیاں کی عصمت دری اور بہیمانہ قتل، چانگو اسلام آباد میں زاہدہ بیٹی کی غیرت مندی کو

پوری مظلوم قوم کی طرف سے سلام عقیدت جس نے اپنی عفت اور عصمت بچاتے ہوئے RR-6 کے سپاہی کی بہیمیت کا مقابلہ کرتے ہوئے اُٹھتی جوانی قربان کر دی۔

یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی

اقبالؒ

بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نوعیت کے سینکڑوں دلدوز، جگر سوز اور شرم ناک واقعات رونما ہوتے ہیں۔ کچھ واقعات طشت از بام ہو گئے۔ اکثر واقعات زیر زمین ہی رہے۔ خودکشی کے واقعات میں بھی پس پردہ اخلاق باختہ حرکتیں ہوا کرتی ہیں۔ فوجی طاقت کی بنیاد پر زمینیں چھین لی جاتی ہیں۔ جنگلات صاف کئے جاتے ہیں۔ کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ آبی وسائل پر قبضہ کیا جاتا ہے۔ کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ گرفتاریوں کا نہ تھمنے والا چکر جاری ہے، جس میں مقامی پولیس اور ہوس پرست حکمرانوں کا بہت زیادہ عمل دخل ہے۔ جوانوں کو گرفتار کر کے جیلوں میں اذیتوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ وادی کے جیلوں کے بجائے جموں جیلوں میں بھیج دیا جاتا ہے۔ جہاں جیل انتظامیہ ان سیاسی قیدیوں کو تشدد اور بربریت کا نشانہ بنا رہی ہے۔ کورٹ بلوال جیل، اُدھمپور جیل، کٹھوعہ جیل، ہیرانگر جیل، امپھلہ جیل، عتاب وعذاب کے مرکز بنا دئے گئے ہیں۔ تہاڑ جیل میں بھی تعصب اور فرقہ پرستانہ سوچ کے لوگ سیاہ وسفید کے مالک اور طاقت وقوت کے نشے میں جموں وکشمیر کے مسلم قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی، غیر اخلاقی اور بہیمانہ سلوک روا رکھ رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں یہاں قیدیوں نے ظلم واستبداد اور حقوق کی پامالیوں کے خلاف بھوک ہڑتال کی تھی، پھر بھی جیل انتظامیہ اپنی جابرانہ اور مستبدانہ پالیسی سے باز نہیں آ رہی ہے۔ اس طرح فوج، پولیس، انتظامیہ اور عدلیہ بھی غلامی کی زنجیروں میں کسے ہوئے مسلمانوں کو بربریت اور چنگیزیت کا نشانہ بنا رہی ہے۔

غازی آباد یوپی میں قرآن پاک کی بے حرمتی کے خلاف مسلمانوں نے پولیس اسٹیشن جا کر

شکایت درج کروانی چاہی۔ اُن پر گولیاں برسائی گئیں اور 6 جوانوں کو طاقت کے نشے میں چور پولیس نے شہید کر دیا۔ پوری مسلم آبادی ماتم کدہ بنادی گئی۔ شہداء کے ورثا کی آہ وزاری، بے بسی اور بے کسی دل دہلا دینے والی تصویر پیش کر رہی تھی۔

آسام میں مسلم آبادی کو بنگلہ دیشی قرار دیکر گھروں سے نکالا جاتا ہے۔ اُن کے مکانوں اور زمینوں پر جبراً قبضہ کرلیا جاتا ہے۔ اُن کو بے رحمی کے ساتھ قتل کر دیا جاتا ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں مسلمان بے گھر ہو کر کیمپوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ جموں کشمیر کی حدود میں ہی نہیں، بلکہ بھارت کے دوسرے خطوں اور حصوں میں بھی مسلمانوں کی زندگی اجیرن بنادی جارہی ہے۔

جموں صوبے کے مسلمانوں کی حالت نہایت ابتر اور مظلومیت کی بدترین مثال پیش کر رہی ہے۔ ایک طرف فوج کا تسلط، دوسری طرف پولیس کی تاناشاہی اور لاقانونیت، تیسری طرف انتظامیہ اور عدلیہ کی جانبداری، چوتھی طرف فرقہ پرست عناصر کی زور زبردستی اور سینہ زوری کہ سارے مسلم علاقہ جات میں گھٹن اور قبرستان کی خاموشی پیدا کر دی گئی ہے۔ کوئی ظلم واستبداد کے خلاف آواز اُٹھانے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ فرقہ پرست عناصر کو کھلی ڈھیل ہے کہ وہ پروین توگڑیا کی شکل میں جب چاہیں مسلمانوں کے خلاف آگ اُگل کر ان کو BJP،RSS ، بجرنگ دل، شیو سینا اور دوسری ہندو انتہا پسند عناصر، متعصب اور فرقہ پرست انتظامیہ کی انتقام گیری کا نشانہ بنادیتے ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ وادی سے کسی آزادی پسند لیڈر کو جموں صوبے کے مظلوم مسلمانوں کی خبر گیری اور اُن کے دبے اور کُچلے جذبات کی ترجمانی کا موقع فراہم نہیں کیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ طاقت کے نشے میں کیا جارہا ہے۔ فوج، پولیس، انتظامیہ سب طاقت کے نشے میں چُور چنگیزیت اور بربریت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ سڑکوں، پلوں اور تعمیراتی کاموں کا فریب دیکر غلامی کی زنجیروں کو مضبوط بنایا جارہا ہے۔ جمہوریت اور امن کے کھوکھلے دعوے کر کے بنیادی حقوق کی پامالیوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جموں کشمیر فوج اور پولیس کے نرغے میں ہے۔ یہاں مسلم اکثریت کے ساتھ انتقامی اور معاندانہ رویہ کوئی انہونی بات نہیں، خود بھارت

کی حدود میں مسلمانوں کے ساتھ جو رویہ رکھا جا رہا ہے ہم مظلوموں اور محکوموں کے لئے بھی چشم کشا ہے:

''اسکولوں میں مسلمانوں کی تعداد کم، سرکاری نوکریوں میں مسلمانوں کی تعداد کم، مسلم ڈاکٹروں اور انجینئروں کی تعداد کم، مسلم لیڈروں اور رہنماؤں کی تعداد کم، لیکن جیلوں میں مسلمان قیدیوں کی تعداد ملک میں ان کی آبادی کے تناسب سے کہیں زیادہ، آخر ایسا کیوں ہے، کیا مسلمان چوری، ڈکیتی، قتل اور عصمت دری میں ماہر ہوتے ہیں۔ کیا ملک میں ایسی کوئی جگہ یا ادارہ ہے جہاں پر انہیں جرائم کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ اگر نہیں تو پھر ملک کی جیلوں میں جرائم کے ان معاملات میں مسلم قیدیوں کی ہی تعداد زیادہ کیوں ہے؟ کیوں پولیس کی سب سے پہلی نظر صرف مسلمانوں پر ہی پڑتی ہے؟

پورے ملک میں مسلمانوں کی آبادی جہاں تقریباً 12 فیصد ہے، وہیں جیلوں میں ان کی آبادی تقریباً 22 فیصد ہے۔ سچر کمیٹی نے 2006ء میں کہا تھا کہ سب سے زیادہ مسلم قیدی مہاراشٹر میں ہیں، لیکن موجودہ اعداد و شمار کے مطابق مسلم قیدیوں کے معاملے میں پہلے نمبر پر مغربی بنگال ہے، جبکہ مہاراشٹر دوسرے نمبر پر پہنچ گیا ہے۔

(بحوالہ چوتھی دُنیا، نئی دہلی، ۲ رستمبر ۲۰۱۲ء)

انسانی سماج بالعموم فوجی شکنجے میں کسے ہوئے مظلوم و محکوم عوام بالخصوص جبر و استبداد کا شکار اس لیے ہو رہے ہیں کہ نظام اور System اخلاقی اقدار سے محروم ہاتھوں میں ہے۔

اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں
سو بار ہوئی حضرت انسان کی قبا چاک!

تاریخِ امم کا یہ پیامِ ازلی ہے
صاحبِ نظراں نشۂ قوت ہے خطرناک!
اس سیل سبک سیر وزمین گیر کے آگے
عقل ونظر وعلم وہنر ہیں خس وخاشاک!
لادین ہو تو ہے زہرِ ہلال سے بھی بڑھ کر
ہو دین کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاک!
اقبالؒ

انتخابات

انتخابات بھارتی پارلیمنٹ کے ہوں، قومی اسمبلی کے ہوں، پنچایت اور بلدیات کے ہوں مسئلہ کشمیر کی متنازعہ حیثیت پر کسی طرح اثر انداز نہیں ہونگے۔اس بارے میں اصولی اور تاریخی حقیقت کو ذہن نشین کرلیا جائے:

کشمیر کا الحاق کس ملک سے ہو۔محض کسی خانہ ساز اسمبلی کا ریزولیشن یا عام انتخابات جب کہ وہ پوری ریاست میں نہیں ہوئے اور بھارت کی افواج کی موجودگی میں ہوئے استصواب رائے کا بدل نہیں ہو سکتے۔

ہندوستان نے اور پھر خود سلامتی کونسل نے صاف الفاظ میں یہ اقرار کیا تھا کہ کشمیر کی دستور ساز اسمبلی کا کوئی فیصلہ اس معاملہ میں مؤثر نہ ہوگا۔سلامتی کونسل میں ہندوستان کے نمائندہ نے کہا کہ ”میری حکومت کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر دستور ساز اسمبلی چاہے تو رائے ظاہر کرسکتی ہے لیکن وہ اس سلسلہ میں کوئی فیصلہ نہیں کرسکتی“۔

یہی بات پنڈت نہرو نے وزیر اعظم پاکستان کے نام اپنے خط مورخہ

۵ رمارچ ۱۹۵۷ء میں کہی اور خود سلامتی کونسل نے کہا:

''ہمیں سر اوون ڈکسن کے ذریعہ اطلاع ملی ہے کہ آل جموں وکشمیر نیشنل کانفرنس، ریاست کے مستقبل کے فیصلے کے لیے ایک دستور ساز اسمبلی بنانے کی تجویز کر رہی ہے۔ ہم یاد دلاتے ہیں کہ ریاست جموں وکشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لیے آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کی قرارداد منظور ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بھی دوسری تجویز اس طے شدہ اصول کے منافی ہوگی''۔

بحوالہ مسئلہ کشمیر اور اس کا حل صفحہ 32،33

اس واضح اور غیر مبہم آئینی اور قانونی پس منظر میں جموں کشمیر کی حدود میں جو بھی انتخابات ہو رہے ہیں۔ اصل اور بنیادی مسئلہ پر اثر انداز نہیں ہوں گے، لیکن جب بھی یہاں انتخابات ہوتے ہیں بھارت ان کو اپنے فوجی قبضہ کی تائید اور جواز کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اس لیے آزادی پسند قیادت نے 1987ء کے بعد انتخابات میں حصہ لینے سے ووٹروں کو دور رہنے اور بائیکاٹ کرنے کے لیے کہا ہے۔ 87ء کے انتخابات تک یہ توقع باندھی گئی تھی کہ انتخابات کے ذریعہ آزادی پسند اُمیدواروں کو بھی اسمبلی تک پہنچا دیا جائے گا، لیکن 87ء کے اسمبلی انتخابات میں کانگریس اور نیشنل کانفرنس نے ملی بھگت کر کے جس ڈھٹائی اور بے حیائی کے ساتھ بلیٹ بکسوں کی عصمت دری کی وہ جموں کشمیر کی حدود میں انتخابی دھاندلیوں کا ریکارڈ توڑ جمہوریت کُش اقدام اور انتخابی سیاست کی طرف نگاہیں جمائے عوام اور آزادی پسند قیادت کی راہ میں سدِ سکندری ثابت ہو کر کل جماعتی حریت کانفرنس نے پورے دس سال تک بائیکاٹ پالیسی اپنائے رکھی اور اب بھی جو گروپس دستور کی پابندی پر قائم ودائم ہیں، انتخابات میں بالواسطہ شرکت کا روادار نہیں ہے۔ انتخابات کو اپنے سیاسی مقاصد کا استعمال کرنے کی پالیسی بھارت کی مستقل پالیسی ہے۔ آنجہانی راجیو گاندھی نے جب پاکستان کا دورہ کیا تھا اُن ایام میں مرحومہ بے نظیر بھٹو کی حکومت تھی اُن کی

موجودگی میں آنجہانی نے کہا کہ کشمیر میں انتخابات ہورہے ہیں، وہاں رائے شماری کروانے کی ضرورت نہیں ہے۔آج کے حکمران بھی اسی پالیسی پر کاربند ہیں۔ 15/اگست 2012ء کو بھارت کے وزیر اعظم جناب منموہن سنگھ نے لال قلعہ کی تقریب میں یوم آزادی بھارت کے موقع پر کشمیر کے بارے میں اتنا ہی تذکرہ کیا کہ ''وہاں پنچائتی انتخابات میں لوگوں نے ووٹ ڈالے'' ابھی چند روز پہلے بھارت کے خارجہ سیکریٹری مسٹر رنجن متھائی نے کہا ہے کہ جموں کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے اور الیکشن کو انہوں نے رائے شماری کا بدل قرار دیا ہے، اس طرح الیکشن میں حصہ لینے والے بھارت کے لیے یہ موقع فراہم کرتے ہیں کہ وہ اس عمل کو اپنے حق میں استعمال کرے۔جموں وکشمیر کے عوام کی غالب اکثریت کو ٹھنڈے دل ودماغ کے ساتھ سوچنا چاہیے کہ بھارت کے فوجی قبضہ سے آزادی ان کے لیے اولین ترجیح اور بنیادی ضرورت ہے۔اس ضرورت کے پیش نظر ہماری مظلوم قوم پر لازم ہے کہ عظیم اور بے مثال قربانیوں کی حفاظت کرتے ہوئے کسی طرح کے انتخابات میں حصہ نہ لیں۔ پنچائتی انتخابات کے موقع پر بھی ہم نے بائیکاٹ کے لیے اپیل کی مگر انتخابات ہوئے اور لوگوں نے ووٹ ڈالے، اب پنچائت کے پنچ اور سرپنچ مارے جانے کے ڈر سے مستعفی ہورہے ہیں۔ہم 43 ہزار پنچوں اور سرپنچوں کی خدمت میں دردمندانہ اپیل کریں گے کہ وہ موت کے خوف سے نہیں، بلکہ اپنے ضمیر اور ایمان کی آواز پر کان دھر کر 6 لاکھ جانوں کی قربانیوں کا پاس ولحاظ کرکے حقیر مفادات کو تج کر رضامندی کے ساتھ مستعفی ہوجائیں اور آئندہ کے لیے بھی اس آزادی دشمن عمل سے اجتناب کریں۔اس کے ساتھ ہی ہم آنے والے بلدیاتی انتخابات سے بھی دور رہنے کی دردمندانہ اپیل کریں گے، کیونکہ ہماری 65 سالہ جدوجہد آزادی اور بے شمار قربانیوں کو اس عمل سے نقصان پہنچتا ہے۔جو قومیں فوجی جبر اور استعماری قوتوں کے پنجہ استبداد میں جکڑی ہوئی ہوں ان کے لیے وقتی اور حقیر مفادات کے لیے غلامی کی زنجیروں کو اپنے ہی ہاتھوں مضبوط بنانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔شہداء کی روحیں آپ کا تعاقب کریں گی لٹی عزتیں اور عصمتیں آپ کی غیرت کو دستک دیں گی اور بزبان حال بتائیں گی۔

آرہی ہے پاک قبروں سے شہیدوں کی ندا
اب ہمارے خون سے للّٰہ نہ ہو سوداگری!

شہید عبدالحمید راتھر مزار شہداء کنڈی کپوارہ کی تربت پر یہ شعر کندہ ہے اور جموں کشمیر کے مظلوم عوام کو یاد دلا رہا ہے کہ خونِ شہداء بہت قیمتی ہے اور انمول ہے۔ اس کو مراعات، سڑکوں، Fly overs، ڈیلی ویجری اور پنچ، سرپنچ کے عہدوں کے عوض بیچا نہیں جانا چاہیے۔ علامہ اقبالؒ نے بھی پوری ملّت مرحومہ کو متنبہ کیا ہے کہ خونِ شہداء کی دیت، استعماری اور قابض قوتوں سے نہ مانگی جائے:

ان شہیدوں کی دیت اہلِ کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خون جن کا حرم سے بڑھ کر!

تعلیم کا تیزاب

تاریخ کے ہر دور میں دیکھا گیا ہے کہ استعماری قوتوں نے محکوم اور زیرِ دست قوموں کو فوجی طاقت اور تیغ وتفنگ سے زیر کرنے کی کوششیں کی ہیں، مگر اس طاقت کے استعمال سے مزاحمت اور بغاوت کی لہریں اُبھرتی رہی ہیں اور سامراجی قوتوں کو زیر کرنے اور دبانے کی پالیسی کامیاب بنانے کے لیے بار بار اندھی طاقت کا استعمال کرنا پڑا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں جب برطانوی استعمار نے اپنی شاطرانہ چالوں اور سیاسی ریشہ دوانیوں کے نتیجے میں قبضہ جمالیا، تو ان کو جگہ جگہ مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا جس کو دبانے کے لیے برطانوی استبداد کو جلیانوالہ باغ جیسے خونیں مناظر کا سہارا لینا پڑا۔ بالآخر برطانوی سیاست دانوں اور Think Tanks نے یہ منصوبہ بنایا کہ پورے ہندوستان میں تعلیمی ادارے کھولے جائیں اور ہندوستانی عوام کو تعلیم اور تیزاب کا جال پہنایا جائے۔ اُن کے ذہن کو بدلا جائے۔ اُن کے سیرت اور کردار کو مغرب کے سانچے میں

ڈھالا جائے۔ وہ نام کے ہندو، مسلمان، سکھ رہیں، مگر کام کے انگریز ہوں۔ ان کی زبان، اُن کی سوچ، ان کی فکر، ان کا لباس، اُن کے اطوار، اُن کا رہن سہن، ان کی خورد و نوش سب کچھ مغربی انداز اور طرز کے ہوں اس طرح برطانوی اقتدار کو دوام حاصل ہوگا اور ہندوستانی باشندے اپنے ہی ملک اور اپنے ہی قوم میں انگریز بن کر رہیں گے۔ اسی صورتِ حال کو مرحوم و مغفور اکبر الہ آبادی نے اس ایک شعر میں پیش کیا ہے:

یوں قتل سے بچوں کے بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی!

جموں کشمیر کی حدود میں گزشتہ 65 برس سے بھارت بے پناہ فوجی جماؤ کے سہارے اس کے نتائج اور عواقب کیا ہیں۔ اس کی تصویر میری تحریرات میں جگہ جگہ اور بار بار آتی ہے۔ گزشتہ چند برسوں سے بھارت نے اپنی پالیسی میں بدلاؤ لایا ہے اور اُس نے برطانوی سامراج اور مغربی قوتوں کی رہنمائی میں اس متنازعہ خطے میں نئی نسل کو ذہنی اور فکری سطح پر اپنی تہذیب کے سانچے میں ڈھالنے کی ہمہ جہتی کوششوں کا آغاز کیا ہے۔

فورسز براہِ راست سدبھاؤنا کے نام پر ایسے تعلیمی ادارے کھول رہے ہیں اور اُن میں بھرپور انداز میں لادین سیاست اور مشرکانہ تہذیب کے خدوخال معصوم بچوں کے ذہن میں راسخ کرتے جارہے ہیں۔ ان اداروں میں فوج کا براہِ راست کنٹرول ہوتا ہے اور جہاں براہِ راست فوج کا عمل دخل ہو، وہاں نہ تو بچوں اور بچیوں کے والدین مداخلت کرسکتے ہیں، نہ کوئی سماجی اور دینی حس رکھنے والا پوچھ تاچھ اور دیکھ بھال کرسکتا ہے۔ ہمارے یہاں مجموعی طور دینی جذبہ اور دینی حس مضمحل ہوتی جارہی ہے۔ والدین کو صرف فکر اور پریشانی ہے کہ بچے اور بچیاں دنیا بنانے اور دھن کمانے کے لائق بن جائیں۔ دین رہے یا نہ رہے اس بارے میں زیادہ فکرمندی نہیں ہے، حالانکہ اسلام ترک دنیا کی تعلیم نہیں دیتا ہے، بلکہ وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی اور کامیابی کا نہ صرف روادار، بلکہ مسلمان کو علمبردار بنارہا ہے۔ دُعاؤں میں سب سے افضل اور بہتر دعا یہ بتائی گئی ہے:

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی، اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "الدُّنیا مزرعۃ الآخرۃ" دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اس طرح اسلام دنیا اور آخرت کی کامیابی اور بھلائی کی تعلیم دیتا ہے۔ مسلمان بچوں اور بچیوں کو سب سے پہلے دین کی بنیادوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یہ ضرورت پوری نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ قرآن اور صاحب قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرکز ہدایت سے رہنمائی حاصل نہ کریں۔ اس لیے جموں کشمیر کے مسلمانوں کو خاص طور نئی نسل کو اسلام کی آغوش میں لانے کے لیے اولاً انہی تعلیم گاہوں کا انتظام اور اہتمام کرنا چاہیے جہاں دینی اور دنیاوی تعلیم کا ایسا امتزاج ہو کہ دنیا دین کے ماتحت ہو جائے اور تمام اُن چیزوں سے بچا جائے جو دینی تعلیمات، دین کے مزاج، دین کی شناخت، دینی شعائر اور دین کی ہمہ گیری اور ہمہ جہتی کے خلاف ہوں۔ قابض فورسز کے زیر اہتمام تعلیمی ادارے ہماری نئی نسل کو خدا پرستی کے بجائے وطن پرستی کا درس دیتے ہیں۔ وطن پرستی اور بت پرستی کو بہت زیادہ فروغ دیا جا رہا ہے۔ فرمایا ہے:

مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آذر نے ترشوائے صنم اور

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے!

یعنی جہاں وطن پرستی ہو گی وہاں خدا پرستی کا جنازہ نکلے گا۔ یہی کچھ آج کے دور میں دیکھنے میں آرہا ہے۔ سدبھاؤنا کے علاوہ یہاں مشنری اسکول اور ادارے کام کر رہے ہیں۔ بسکو اسکول، کانوینٹ اسکول، میلنسن اسکول، برن ہال اسکول۔ ان اسکولوں میں ایک مشن کے تحت تعلیم دی جاتی ہے۔ اس تعلیم میں مسلمانوں کے دین اور ایمان کے تحفظ کا بہت کم خیال رکھا جا رہا ہے۔

انسانی اور اخلاقی اقدار کا جو معیار اسلام نے دیا ہے نہ تو ان کے پڑھانے والوں کو علم ہوتا ہے اور نہ ان اداروں کے مہتمم حضرات کو ان کی تفصیلی واقفیت ہوتی ہے۔ ان اداروں کے مقابلے میں جموں کشمیر کی حدود میں فلاح عام ٹرسٹ، اقبال میموریل ٹرسٹ اور دوسرے تعلیمی ادارے چل رہے ہیں، مگر جس معیار تعلیم کی کشش مشنریوں اور ڈی پی ایس جیسے اداروں میں ہے وہ دوسرے اداروں میں دیکھنے میں نہیں آرہی ہے۔ شدید ضرورت محسوس ہورہی ہے کہ جن اداروں میں دینی تعلیم کے سایے میں دنیوی اور عصری علوم بھی پڑھائے جارہے ہیں، ان کا معیار کم از کم مشنری اسکولوں کے معیار کے مطابق ہو۔ گرناگ کے مضافات میں آرمی اسکول کی تین شاخیں کھول دی گئی ہیں۔ ہماری اطلاعات کے مطابق وہاں دینی اور دنیاوی تعلیم کے تقاضے کافی حد تک پورے کئے جانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

کشمیر یونیورسٹی جو تعلیمی میدان میں ہماری مظلوم اور محکوم قوم کی تمناؤں کا مرکز اور محور ہے، مگر دہلی کے پالیسی ساز اداروں نے اس یونیورسٹی کو اپنی سیاسی اور تہذیبی سرگرمیوں کا مرکز بنادیا ہے، وہاں اکیڈیمی سرگرمیوں کے بجائے زیادہ غیر اکیڈیمی سرگرمیاں جاری رہتی ہیں۔ ثقافت کے نام پر، کلچر کے نام پر، کشمیریت کے نام پر، صوفی ازم کے نام پر تقریبات کا تواتر اور تسلسل ہوتا ہے۔ حال ہی میں شعبہ سنسکرت میں 10 طلباء کے لیے تین دن کا سیمنار منعقد کیا گیا۔ اس سیمنار میں دوہزار غیر کشمیری طلباء کو لایا گیا۔ اس سے بڑھ کر تہذیبی یلغار کی اور کیا زندہ مثال ہوسکتی ہے۔ ہمیں کسی زبان سے بُعد یا نفرت نہیں ہے۔ حاشا وکلا۔ مگر اس کا کیا جواز ہے کہ 10 طلباء کے لیے لاکھوں روپئے خرچ کرکے دوہزار غیر کشمیریوں کو بلایا جائے کہ وہ سرینگر کے سینے پر بیٹھ کر بھارت ماتا کی جے، جے شری اور اُوم اوم کے نعرے بلند کریں اور جن من گن کے گیت گائیں، تاکہ یونیورسٹی میں مقامی طلباء مرعوب ہوجائیں۔ یونیورسٹی میں طلباء کو یونین تشکیل دینے پر پابندی ہے، مگر نیشنل کانفرنس، کانگریس، پی ڈی پی اور پی سی والوں نے یہاں اپنے یونٹ قائم کئے ہیں۔ اس طرح یونیورسٹی کو سیاسی اکھاڑہ بنایا جارہا ہے۔ اسلام کی کوئی بات نہیں ہونی چاہیے۔ اس پر

پابندی ہے۔ یونیورسٹی کے چند حضرات نام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اکبر کے دین الٰہی کی ترویج کے لیے ابوالفضل اور فیضی کا Role انجام دے رہے ہیں۔ مشنری اسکولوں میں یہ بات بھی جان لینی چاہیے کہ وہ اپنی آمدنی کا بہتر حصہ مشنری کے مرکز کو بھیج دیتے ہیں۔ اس طرح مسلمانوں کا سرمایہ بالواسطہ عیسائیت کے پھیلاؤ میں استعمال ہوتا ہے۔

تعلیمی اداروں کی بہتات میں معیاری ادارے بہت کم دیکھنے میں آرہے ہیں۔ اگرا کا دُ کا کہیں کوئی چراغ روشن کیا جاتا ہے اُس کی ہر حیثیت سے آبیاری کی جانی چاہیے۔ میری نگاہ میں ڈوروسوپور کی بستی کے باشندوں نے ہمت اور حوصلہ کر کے ایک ادارہ "یونیک پبلک انسٹی چیوٹ" کے نام سے منصہ شہود پر لایا ہے۔ بستی کے لوگوں نے زمین کا ایک رقبہ وقف کر دیا اور پھر ہر حیثیت سے تعمیری کام میں تعاون کیا۔ یہ ادارہ گزشتہ 8 سال سے چل رہا ہے۔ اس کے چلانے والے اساتذہ اور انتظامیہ نے بہت ہی Dedication اور خلوص کا مظاہرہ کیا۔ اس ادارہ نے آج تک بہت ہی حوصلہ افزا نتائج دکھائے ہیں۔ یہاں عربی زبان بھی درساً پڑھائی جاتی ہے اور ہندی بھی۔ اس طرح کی زبان کے ساتھ بھید بھاؤ نہیں برتا جاتا ہے۔ قصبہ سوپور اور پورے علاقہ زینہ گیر کو اس ادارہ کی طرف خصوصی توجہ دیکر اس کی مکانیت اور دیگر ضروریات جیسے ٹرانسپورٹ وغیرہ کی فراہمی میں مدد کر کے اس کو کالج کی سطح تک لے جانا چاہیے، تاکہ قصبہ اور زینہ گیر کے 45 دیہات کی آبادی استفادہ کر سکے۔

اس Chapter کو ختم کرتے ہوئے آخری بات آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں کہ بھارت گزشتہ 65 برس سے جو چیز تیغ زنی سے حاصل نہیں کر سکا ہے وہ اب تعلیم کے تیزاب سے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس میں ہماری مظلوم قوم کی غفلت، سرمایہ دار طبقہ کی بے توجہی اور لاپرواہی اور دانشور حضرات کی تن آسانی اور عیش پسندی برابر کی حصہ دار ہے۔ اقبال مرحومؒ کی یہ نصیحت حرز جان بنائیے اور اس سے سبق حاصل کر کے تہذیبی یلغار کے نعروں اور رونے دونے سے نہیں، بلکہ عملی اقدامات سے پیش بندی کر کے اُندلس کی تاریخ دہرانے سے بچنے کی کوشش کریے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

سینے میں رہے رازِ ملوکانہ تو بہتر
کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر!
تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہیے اُسے پھیر!
تاثیر میں اِکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اِک ڈھیر!

لختِ جگر

عیدالاضحیٰ کے اس پیغام میں اپنی لختِ جگر بیٹیوں سے خصوصی انداز میں بات کرنے کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔ آج جس دورِ فتن سے ہمارا معاشرہ گزر رہا ہے اُس کی چاروں طرف بدیوں، برائیوں، بے حیائی، بے شرمی، اختلاط مرد وزن، شراب نوشی، منشیات، رقص وسرور، ناچ نغمے، خرافات اور فضولیات کو فروغ دیا جارہا ہے۔ اس صورتحال کے پیدا کرنے میں بہت سے عوامل کارفرما ہیں۔ سب سے بڑا عامل (Factor) ہماری گھروں میں اسلامی تعلیمات کا فقدان ہے۔ ہمارے گھروں میں قرآن کو زینت طاقِ نسیاں بنا دیا گیا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ گلیوں کوچوں پر سے گزرتے ہوئے گھروں سے تلاوتِ قرآن کی آوازیں سُنی جاتی تھیں۔ آج اس کی جگہ فلمی ریکارڈ ایسے گانے سُنے جاتے ہیں جن سے شرم وحیا کے جامے تار تار ہو جاتے ہیں۔ گھروں میں بڑوں یعنی والدین کی لاپرواہی اور بچوں کے تئیں بے اعتنائی خرابی اور بے راہ روی کی بنیادی وجہ بن رہی ہے۔ والدین پر ذمہ داری ہے کہ وہ جس طرح اپنے بچوں کے لیے کھانے پینے، لباس اور ضرورت کے موقع علاج ومعالجہ کی ذمہ داری ہے، برابر اُسی طرح، بلکہ اس سے بڑھ کر بچوں خاص طور لڑکیوں کی عزت وآبرو، عفت وعصمت، شرم وحیا اور اخلاق وکردار کی حفاظت کرنا بھی فرض ہے، مگر مادہ پرستی کے اس دور میں وہ اس اہم اور بنیادی ضرورت کو پورا کرنے سے

کنی کتراتے ہیں۔ والدین کو سوچ لینا چاہیے کہ جس طرح وہ لڑکیوں کی دنیا بنانا چاہتے ہیں اُن کے لیے تعلیم وتربیت کا اہتمام کرتے ہیں اسی طرح والدین کو چاہیے کہ لڑکیوں کو آخرت کی زندگی میں جہنم کی آگ سے بھی بچانے کی ذمہ داری پوری کریں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ○

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اُس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

تشریح: یہ آیت بتاتی ہے کہ ایک شخص کی ذمہ داری صرف اپنی ذات ہی کو خدا کے عذاب سے بچانے کی کوشش تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا کام یہ بھی ہے کہ نظامِ فطرت نے جس خاندان کی سربراہی کا بار اُس پر ڈالا ہے اس کو بھی وہ اپنی حدِ استطاعت تک ایسی تعلیم وتربیت دے جس سے وہ خدا کے پسندیدہ انسان بنیں، اور اگر وہ جہنم کی راہ پر جارہے ہوں تو جہاں تک بھی اس کے بس میں ہو ان کو اس سے روکنے کی کوشش کرے۔ اُس کو صرف یہی فکر نہیں ہونی چاہیے کہ اس کے بال بچے دنیا میں خوشحال ہوں بلکہ اِس سے بھی بڑھ کر اسے یہ فکر ہونی چاہیے کہ وہ آخرت میں جہنم کا ایندھن نہ بنیں۔ بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کے معاملہ میں جواب دہ ہے۔ حکمراں راعی ہے اور وہ اپنی رعیت کے معاملہ میں جواب دہ ہے۔ مرد اپنے گھر والوں کا راعی ہے اور وہ ان کے بارے میں جواب دہ ہے۔ اور عورت

اپنے شوہر کے گھر اور بچوں کی راعی ہے اور وہ ان کے بارے میں جوابدہ ہے۔"

جہنم کا ایندھن پتھر ہونگے، اس سے مراد غالباً پتھر کا کوئلہ ہے۔ ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، مجاہدؒ، امام محمد الباقرؒ، اور سُدّیؒ کہتے ہیں کہ یہ گندھک کے پتھر ہوں گے۔ (تفہیم القرآن، جلد ششم)

بچوں کے والدین اور سرپرست اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو پیش نظر رکھیں تو اپنی اولاد کے بارے میں لاپرواہی اور بے اعتنائی نہیں برتیں گے اور ان کو کھلی چھوٹ نہیں دیں گے تو وہ جو کچھ کرنا چاہیں بے روک ٹوک کریں۔ اپنی عزت اور آبرو کا خیال نہ کریں۔ بے پردہ گھومیں پھریں۔ منشیات کے عادی بن جائیں۔ موبائل فون کا غلط استعمال کریں۔ انٹرنیٹ اور فیس بُک پر غیر محرم اور اوباش جوانوں کے ساتھ روابط قائم کریں۔ ساتر لباس کے بجائے چُست اور نیم عریاں لباس کا استعمال کریں۔ نمازوں کی پابندی نہ کریں۔ قرآن پاک کی تلاوت نہ کریں۔ قرآن پاک کے معانی سمجھنے کی کوشش نہ کریں۔ کوئی معتبر اور مستند تفسیر کا سہارا لے کر قرآن پاک کے حیات بخش پیغام سے رہنمائی حاصل نہ کریں۔ سیرت پاک کا مطالعہ نہ کریں اور اپنی سیرت اور کردار کو باحیا اور باکردار خواتین کی سیرت کے خدوخال اپنے اندر پیدا نہ کریں۔ دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی اور اسلامی تعلیم حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں۔ یہ سب کچھ والدین اور سرپرستوں کی نگاہوں کے سامنے ہو اور وہ "ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم" کے مصداق دیکھتے رہیں اور ٹوکنے اور روکنے کی کوشش نہ کریں تو قرآن پاک کی اس تنبیہ کا ان پر ہی اطلاق ہوگا۔

لختِ جگر بیٹیو! ہم اپنے ہی ہاتھوں بھارت کے فوجی قبضے میں جا چکے ہیں۔ 47ء میں ہمارے لیڈروں نے نہایت کوتاہ اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آنجہانی ہری سنگھ کے متنازعہ اور مشکوک دستاویز الحاق کی تائید کر کے بھارت کی فوجوں کو یہاں آنے کی حمایت کی۔ ۲۷ / اکتوبر ۱۹۴۷ء سے ہم اسی فوجی قبضے میں ہیں۔ بھارت ایک طرف فوج کے بل بوتے پر ہمارے تمام

ذرائع اور وسائل پر قبضہ جمار ہا ہے۔ دوسری طرف ہم پر اپنی مشرکانہ تہذیب بزور باز و مسلط کر رہا ہے۔ اس مقصد کے لیے بھارت خاص طور ہماری تعلیم گاہوں، یونیورسٹیوں، کالجوں اور مدارس کو نشانہ بنار ہا ہے۔ Co-Education، ہماری اسلامی تہذیب، تمدن اور ثقافت کے خلاف ہے۔ اسلام میں لڑکیوں کی تعلیم بھی ضروری ہے۔ مگر اس تعلیم میں لڑکیوں کی عزت، عصمت اور شرم وحیا کا بھر پور تحفظ ہونا چاہیے۔ مخلوط نظامِ تعلیم میں ان مقدس اقدار کا تحفظ نہیں ہو جاتا ہے۔ نظامِ تعلیم بھی انسانی اور اخلاقی اقدار کے منافی ہے۔ وہ ہماری نئی نسل کو مادہ پرست اور دنیا پرست بناتی ہے اور اس کو بدیوں اور برائیوں کی طرف راغب کرتی ہے۔ ہماری یونیورسٹیوں اور کالجوں میں کلچر اور ثقافت کے نام پر ایسے پروگرام منعقد کروائے جاتے ہیں، جن میں دینی اور اسلامی اقدار سے ہم کو دور لے جایا جار ہا ہے۔ بھارت اپنی مخصوص تہذیب اور طرز زندگی کو ان پروگراموں کے ذریعہ ہم پر مسلط کر رہا ہے۔ تعلیم گاہوں میں کردار سازی کی طرف بہت کم توجہ دی جا رہی ہے۔ منصوبہ بند طریقے پر جوان لڑکوں اور لڑکیوں کو شراب اور منشیات کا عادی بنایا جار ہا ہے۔ جوان لڑکوں اور لڑکیوں کو کھلے عام ایک دوسرے کے ساتھ روابط قائم کرنے کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔ اس تہذیبی یلغار کے مقابلے میں ہمارے مقامی افسران اور ذمہ داران مزاحمت کر سکتے تھے، مگر وہ اپنی کرسیوں، اپنے عہدوں اور منصبوں کے غلام بن چکے ہیں اور اُنہی کی معاونت، تابعداری اور غلامانہ ذہنیت کے سہارے یہ سب اخلاق باختہ پروگرام انجام دئے جارہے ہیں۔

ان حالات میں، میں اپنی لختِ جگر بیٹیوں سے دردمندانہ اپیل کروں گا کہ آپ قرآن پاک پڑھ کر، سمجھ کر اس کی رہنمائی کے مطابق اپنی گھریلو زندگی گزارنے کی کوشش کریں، کیونکہ آپ ہی کے ہاتھوں میں ہمارا مستقبل ہے۔ اگر آپ نے اپنے اندر اسلامی کردار اور سیرت پیدا نہیں کی تو ہماری آنے والی نسل مشرکانہ تہذیب کا شکار ہو جائے گی اور اسلام کے حیات بخش نظام سے محروم ہو کر دنیوی ذلت اور خواری اور آخرت کے ابدی عذاب سے دو چار ہو جائے گی۔ میں آپ کو علامہ اقبالؒ کی ایک رُباعی کی وساطت سے خاتونِ ملت کے کردار کی طرف متوجہ کر کے پھر ایک بار

دردمندانہ اور دل سوزی کے ساتھ نصیحت کروں گا کہ اپنی عزت، عفت اور اسلامی کردار اور سیرت کی ہر حال میں حفاظت کریں اور اپنے آپ کو اسلامی سانچے میں ڈھال کر ہی اپنی دُنیا اور آخرت آباد کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔علامہ اقبالؒ آپ کو نصیحت کرتے ہیں:

زِشامِ مابروں آور سحر را
ز قرآں باز خواں اہل نظر را
تو می دانی کہ سوزِ قرأتِ تو
دگر گوں کرد تقدیرِ عمرؓ را!

ترجمہ''اے خاتونِ ملت، پوری ملت مرحومہ پر شام طاری ہو چکی ہے۔تو اپنے کردار اور اسلامی سیرت کے ذریعہ ملت کو اس تاریکی سے نکال کر صبح آزادی اور اسلام کے عادلانہ نظام کی طرف لانے کے لیے اپنا منصبی فریضہ انجام دیدے۔یہ کام تم کیسے کر سکتی ہو۔قرآن پڑھ کر، سمجھ کر، عملا کر، پھیلا کر اور غالب کرنے کی کوشش کر کے ایسے اہلِ نظر پیدا کر، جو ملت کو قرون اولیٰ کے دورِ عمارت کی طرف لے جائیں۔آپ کو اپنا ماضی دلاتے ہیں)۔خاتون ملت، تو اگر اپنا ماضی یاد کرے گی تو مجھے معلوم ہو جائے گا کہ تیری سوز قرأت نے حضرت عمر فاروقؓ کی تقدیر بدل ڈالی۔

یہ اُس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضرت عمر فاروقؓ شمشیر لے کر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کے لیے گھر سے نکلے۔راستے میں ایک صحابی سے اُن کا سامنا ہوا۔اُس نے کہا عمر یہ چمکتی تلوار لے کر کہاں جا رہے ہو؟ عمرؓ نے جواب دیا اس دین بدلنے والے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دوں گا۔اُس صحابی نے کہا پہلے اپنے گھر کی خبر لو اور اپنی بہن فاطمہ بنت خطاب کے گھر جاؤ۔عمرؓ خشمگین ہو کر اپنی بہن کے گھر پہنچے وہاں اُن کی بہن قرآن پاک کے سورہ طٰہٰ کی تلاوت کر رہی تھیں۔عمرؓ کے آنے کی خبر سُن کر وہ سہم گئی اور قرآن پاک کے اوراق چھپانے لگی۔عمرؓ نے بڑے

دردمندانہ اور دل سوزی کے ساتھ نصیحت کروں گا کہ اپنی عزت، عفت اور اسلامی کردار اور سیرت کی ہر حال میں حفاظت کریں اور اپنے آپ کو اسلامی سانچے میں ڈھال کر ہی اپنی دُنیا اور آخرت آباد کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔علامہ اقبالؒ آپ کو نصیحت کرتے ہیں:

زِشامِ مابروں آور سحر را
ز قرآن باز خواں اہل نظر را
تومی دانی کہ سوزِ قرأتِ تو
دگر گوں کرد تقدیرِ عمرؓ را!

ترجمہ''اے خاتونِ ملّت، پوری ملّت مرحومہ پر شام طاری ہو چکی ہے۔تو اپنے کردار اور اسلامی سیرت کے ذریعہ ملت کو اس تاریکی سے نکال کر صبح آزادی اور اسلام کے عادلانہ نظام کی طرف لانے کے لیے اپنا منصبی فریضہ انجام دیدے۔یہ کام تم کیسے کرسکتی ہو۔قرآن پڑھ کر، سمجھ کر، عملا کر، پھیلا کر اور غالب کرنے کی کوشش کر کے ایسے اہلِ نظر پیدا کر، جو ملت کو قرون اولیٰ کے دورِ عمارت کی طرف لے جائیں۔آپ کو اپنا ماضی دلاتے ہیں)۔خاتون ملت، تو اگر اپنا ماضی یاد کرے گی تو مجھے معلوم ہو جائے گا کہ تیری سوز قرأت نے حضرت عمر فاروقؓ کی تقدیر بدل ڈالی۔

یہ اُس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضرت عمر فاروقؓ شمشیر لے کر رسول رحمت ﷺ کو شہید کرنے کے لیے گھر سے نکلے۔راستے میں ایک صحابی سے اُن کا سامنا ہوا۔اُس نے کہا عمر یہ چمکتی تلوار لے کر کہاں جا رہے ہو؟ عمرؓ نے جواب دیا اس دین بدلنے والے محمد ﷺ کو قتل کر دوں گا۔اُس صحابی نے کہا پہلے اپنے گھر کی خبر لو اور اپنی بہن فاطمہ بنت خطاب کے گھر جاؤ۔عمرؓ خشمگین ہو کر اپنی بہن کے گھر پہنچے وہاں اُن کی بہن قرآن پاک کے سورہ طٰہٰ کی تلاوت کر رہی تھیں۔عمرؓ کے آنے کی خبر سُن کر وہ سہم گئی اور قرآن پاک کے اوراق چھپانے لگی۔عمرؓ نے بڑے

خشم ناک انداز میں کہا کیا پڑھ رہی تھیں؟ فاطمہ نے کہا قرآن پڑھ رہی تھی۔ عمرؓ نے ان کو بے تحاشا پیٹنا شروع کر دیا۔ فاطمہ کے شوہر ان کو بچانے کے لیے آگئے۔ ان کو بھی عمرؓ نے غیض وغضب کا نشانہ بنایا۔ تھک ہار کر عمرؓ نے فاطمہ سے کہا اچھا مجھے وہ سناؤ جو تم پڑھ رہی تھی۔ فاطمہ نے کہا میں وہ اوراق آپ کے ہاتھ میں نہیں دوں گی جو میں پڑھ رہی تھی، جب تک تم نہا دھو کر اپنے آپ کو پاک وصاف نہیں کرو گے۔ عمرؓ نے اپنے آپ کو پاک وصاف کیا۔ پھر فاطمہ نے سورہ طٰہٰ کی آیات تلاوت کیں اور عمرؓ اپنے پاک باز ساتھیوں کے جھرمٹ میں تشریف فرمائے۔ ان کو کہا گیا عمرؓ آرہے ہیں۔ اس مجلس میں حضرت حمزہؓ بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے مؤمنانہ اور مجاہدانہ انداز میں اعلاناً کہا کہ اگر نیک نیت سے آیا ہے تو مرحبا۔ اگر بدنیت سے آیا تو یہ تلوار اس کا فیصلہ کرے گی۔ مگر عمر بن خطابؓ کے حق میں رسول اللہ ﷺ کی دُعا قبول ہوئی تھی جو آپ نے رب کریم کی بارگاہ میں کی تھی کہ دو عمروں میں سے ایک کو اسلام لانے کی توفیق عطا کر۔ ابوجہل کا نام بھی عمر تھا اور دوسرا عمر بن خطابؓ تھا۔ یہ دُعا اُس کے حق میں قبول ہوئی اور انہوں نے خدمت اقدس ﷺ میں زانوائے تلمذتہ کرکے کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام کے حیات بخش پیغام کو قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جوانانِ عزیز

جوانانِ ملت! عیدالاضحیٰ کے پیغام کے ان صفحات میں آپ ہی کے لیے سب کچھ ہے۔ کیونکہ آپ ہمارا مستقبل اور اصل سرمایہ ہیں۔ آپ غلامی کی جن زنجیروں میں جکڑے جا چکے ہیں اُن سے آزادی حاصل کرنا، آپ ہی کی ہمت، حوصلہ، عزم اور اخلاص کا مرہونِ منت ہے۔ آپ اپنے اندر وہ سیرت وکردار پیدا کریں، جو آپ کو بے تیغ لڑنے کا حوصلہ اور ولولہ عطا کرے۔ سامراجی طاقتوں اور استعماری قوتوں نے خاص طور آپ کو نشانہ بنانا ایک منصوبہ بند اور دور رس نتائج کی حامل پالیسی اور طریق کار اختیار کر رہی ہے۔ اس سنگین ترین صورت حال کا صرف اور صرف

ایک ہی علاج اور مقابلہ کرنے کی سبیل ہے کہ آپ محسن ملت علامہ اقبالؒ کی نصیحت پر پوری یکسوئی اور سلیم قلب کے ساتھ پیروی کریں۔

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں!

طوفان سے تو ہم دو چار ہو چکے ہیں۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ علامہ مرحوم نے اس طوفان کو سخت ترین موت سے تعبیر کیا ہے۔

موت ہے اک سخت تر جس کا غلامی ہے نام
مکر وفن خواجگی کاش سمجھتا غلام
اے کہ غلامی سے ہے روح تیری مضمحل
سینۂ بے سوز میں ڈھونڈ خودی کا مقام

اس سخت ترین موت سے نجات پانے کے لیے فرمایا گیا ہے۔ کتاب خواں ہی نہیں بننا ہے، بلکہ صاحب کتاب بننے کی طرف بڑھنا ہے۔ صاحب کتاب کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت اس بھرپور احساس سے کی جائے کہ یہ کتاب مجھ ہی پر نازل ہو رہی ہے۔ مجھے کہہ رہی ہے کہ تم نے کیا کرنا ہے۔ تمہارے لیے حق کیا ہے اور باطل کیا۔ تمہارے لیے حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے۔ تمہارا خالق اور مالک کون ہے۔ تمہارا حاکم اور مقتدرِ اعلیٰ کون ہے۔ تمہارا معبود اور پروردگار کون ہے۔ تمہیں کس کی عبادت اور بندگی کرنا ہے۔ تمہیں کس کا خوف اور ڈر ہونا چاہیے۔ تماری قوتیں اور صلاحیتیں کس کے لیے وقف ہونی چاہیے۔ تم نے کلمہ لا الہ اللہ پڑھ کر کس کے ساتھ اپنے مال وجان کا سودا کیا ہے۔ تمہارے لیے عدل وانصاف کا نظام اور ضابطہ کیا ہے۔ تمہیں انسانیت کا احترام کرنا کون سکھاتا ہے۔ تمہارے لیے صلح اور جنگ کے ضوابط کون ترتیب دے رہا ہے۔ جب

آپ قرآن یہ جان کر اور مان کر پڑھیں گے کہ یہ مجھے ہی مخاطب بنا رہا ہے تو وہ آپ کو بتائے گا کہ تم کو پانی کے ایک حقیر قطرہ سے اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ اُسی نے تمہاری پرورش کے لیے ماں باپ کے دل میں محبت اور شفقت پیدا کی ہے۔ اُسی نے تمہاری زندگی کے لیے ہوا، پانی، زمین پیدا کی ہے۔ تمہارے لیے رزق کا انتظام کیا ہے۔ قرآن آپ کو بتائے گا کہ تمہارے لیے تمہارا جوڑا پیدا کیا ہے، جن کے ساتھ ازدواجی تعلقات دونوں صنفوں کے لیے وجہ سکون اور سکون وطمانیت کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا ہے، مودت اور محبت کا سامان فراہم کیا ہے۔ تم بیمار ہوتے ہو تو شفاء وہی بخشتا ہے۔ قرآن آپ کو بتائے گا کہ جب سب کچھ اللہ ہی تم کو دیتا ہے تو تم دوسروں کی بندگی کیوں کرتے ہو۔ وہی تو تمہارا احکم الحاکمین ہے۔ تم دوسروں کی سرداری اور حاکمیت کیوں تسلیم کرتے ہو؟ یہ تو تمہارے اللہ پر ایمان رکھنے کے منافی ہے۔ اس طرح تمہاری زندگی میں دورنگی اور نفاق پیدا ہو جاتا ہے۔ قرآن اپنے پڑھنے والے کو بتاتا ہے۔ حق جان لینے کے بعد تم کو باطل کی پرستش اور اطاعت کرنے کا کیا جواز ہے؟

قرآن پاک جب تم اس ایمان ویقین کے ساتھ پڑھو گے تو یہ تم پر ہی نازل ہو رہا ہے تو آپ جان لیں گے کہ قرآن آپ کو بہت بڑی نعمت اور دولت سے سرفراز فرماتا ہے۔ وہ بہت بڑی حکمتِ ایمانی قوت ہے۔ قرآن آپ اللہ وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت اور اُس کی قوت وسطوت کا راسخ اور ناقابل شکست یقین اور اذعان پیدا کرتا ہے کہ تم بہت طاقت ور بن جاتے ہو۔ جہاں ایمانی قوت ہو وہاں دنیا کی ساری طاقتیں پرکاہ کے برابر لگتی ہیں اور کوئی فرعونیت اور نمرودیت مسلمان کو زبردست اور محکوم نہیں بنا سکتی ہے۔ اگر ایمانی قوت نہ ہو تو اسلحہ اور ایٹم بم بھی آپ میں جرأت اور ہمت پیدا نہیں کر سکتے۔

9/11 کے سانحہ کے بعد امریکہ نے پوری دنیا کو چیلنج دیا کہ یا ہمارے ساتھ رہو، ورنہ ہم تم کو پتھر کے زمانے میں پھینک دیں گے۔ پاکستان کے اُس وقت کے فوجی سربراہ کے پاس ایٹم بم بھی تھا، میزائل بھی تھے، فوج بھی تھی، 18 کروڑ عوام بھی ساتھ تھے۔ افغانستان میں طالبان

کی حکومت پاکستان کی بہی خواہ اور ہمدرد تھی۔ برادر ملک ایران بھی پشت پر تھا، مگر اُس کے فوجی صدر میں ایمانی قوت نہیں تھی کہ وہ جرأت اور ہمت کا مظاہرہ کر کے امریکہ کی دھمکی کو کوئی اہمیت نہ دیتا اور surrender کرنے سے باز رہتا۔ مگر اُس میں ایمانی قوت اور طاقت کا فقدان تھا۔ اس کا مجھے ذاتی تجربہ بھی تھا کہ جب ان کے ساتھ دہلی میں ملاقات ہوئی تو انہوں نے بھارت سے مرعوبیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''ہم نے تین جنگیں لڑیں ہیں۔ آپ لوگوں نے بھی بہت قربانیاں دی ہیں۔ مگر ہم کچھ حاصل نہیں کر سکے ہیں۔ بھارت بڑا ملک ہے اس کے پاس ایٹم بم ہے۔ ایک ارب سے زیادہ آبادی ہے۔ دنیا کے ممالک اور طاقتیں بھی ان کا ساتھ دے رہی ہیں۔ ہمیں اب ان کے ساتھ کچھ لو اور کچھ دو کی بنیاد پر مسئلہ حل کر لینا چاہیے۔'' جواباً میں نے ان سے کہا کہ ''ہمارا مؤقف مبنی بر صداقت ہے۔ ہمیں مرعوب نہیں ہونا چاہیے۔ ہمیں اللہ برتر و بزرگ کی ذاتِ اقدس پر بھروسہ کر کے اپنی جدوجہد جاری رکھنی چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ میرے ساتھ بش اور ٹونی بلیئر ہے۔ بش امریکہ کا صدر تھا اور ٹونی بلیر برطانیہ کا وزیر اعظم تھا۔ اللہ غالب و قاہر کا انہوں نے نام نہیں لیا۔ دنیا نے دیکھ لیا نہ بش رہا، نہ کوئی بلیر رہا اور نہ ہی مُش رہا۔ فاعتبرو یا اولی الابصار۔ ایمانی قوت کا ایران کے صدر جناب احمدی نژاد نے مظاہرہ کیا۔ انہوں نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر امریکی سامراج کا سیاسی سطح پر مقابلہ کیا۔ مگر پاکستان کے صدر نے بے غیرتی اور بزدلی کا مظاہرہ کر کے امریکہ اور اُس کے اتحادیوں کو پاکستان کی سرزمین، ہوائی اڈے اور اپنی انٹلی جنس حوالہ کر کے افغانستان کو بھی اور پاکستان کو بھی جنگ کی آگ میں جھونک دیا اور دونوں ملک اس وقت برادر کُشی اور خون ریزی، خونین منظر پیش کر کے پوری ملت کے لیے دلوں کو ہلا دینے والا باب رقم کر رہا ہے۔ یہ سب کچھ ایمانی قوت سے محرومی کا نتیجہ ہے۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ اپنوں کے خلاف طاقت کا استعمال نہ کریں، مگر وہ طاقت کے نشے میں چور تھے۔ آج بلوچستان، وزیرستان، کراچی اور سندھ میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اپنی حکومت، اپنی فوج، اپنی طاقت اپنوں ہی کے خلاف استعمال ہو رہی ہے اور پاکستان دشمن طاقتوں کے

گھروں میں گھی کے چراغ جل رہے ہیں اور وہ پاکستان کو پھر ایک بار دولخت کرنے کی پالیسی میں کامیاب ہوتے نظر آرہے ہیں۔

جوانانِ عزیز! یہ سب کچھ قرآن پاک سے دوری اور اس سے ایمانی قوت حاصل کرنے سے محرومی ہے جس کا خمیازہ پوری ملت اور خاص طور ہم مظلوموں اور محکوموں کو بھگتنا پڑتا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے ایمانی قوت کو زورِ دروں سے تعبیر کرکے فوارہ کے عنوان سے جوانِ عزیز کو مخاطب کیا ہے:

یہ آبجو کی روانی، یہ ہمکناریٔ خاک
مری نگاہ میں ناخوب ہے یہ نظارہ
اُدھر نہ دیکھ، اِدھر دیکھ اے جوانِ عزیز
بلند زورِ دروں سے ہوا ہے فوارہ!

محبوسین

عیدالفطر کے پیغام میں محبوسین کا تذکرہ آیا ہے۔ اس میں اعداد وشمار جیلوں تحریر میں لائے گئے ہیں۔ درمیانی عرصے میں کورٹ بلوال جموں اور اُدھمپور کی جیلوں میں کشمیر کے نوجوانوں کے ساتھ بہیمانہ سلوک روا رکھا جارہا ہے جس کی اطلاعات مسلسل آرہی ہیں۔ عیدالفطر کے پیغام میں ہم نے قیدیوں کی مشکلات، مصائب اور ان پر ڈھائے جانے والے مظالم کی داستان بھی دہرائی ہے، مگر حکومت اس صورتحال کو بدلنے اور اس میں کوئی تبدیلی لانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس کا مطلب واضح ہوجاتا ہے کہ جیلوں میں جو کچھ ہورہا ہے وہ دہلی اور کشمیر کی حکومت کی پالیسی ہے کہ جموں کشمیر کے قیدیوں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک روا رکھا جائے تاکہ ان کے حوصلے اور ارادے پامال ہوں۔ تہاڑ جیل میں متنازعہ خطہ کے قیدیوں کو اتنا دبایا اور زیر کردیا گیا ہے کہ انہوں نے ان مظالم اور انتقام گیری کے اقدامات کے خلاف بھوک ہڑتال بھی کی ہے۔

عیدالفطر کے بعد سے تحریک حریت کی ذمہ دار اور کارکن گرفتار کر کے سینٹرل جیل سرینگر اور کپواڑہ میں مقید رکھے گئے ہیں۔تحریک حریت کے ذمہ داروں کو فرضی اور بے بنیاد الزامات کے تحت گرفتار کر کے پولیس حراست میں رکھا جارہا ہے اور پی ایس اے لگا کر جیل پہنچادیا جاتا ہے۔جس کی تازہ مثال شمالی کشمیر میں پٹن علاقہ سے وابستہ ایک حریت ذمہ دار کی ہے۔جموں صوبے کے راجوری پونچھ، ڈوڈہ کشتواڑ میں تحریک حریت کے ذمہ داروں کو پولیس اور انتظامیہ کے عذاب وعتاب کا شکار ہونا پڑرہا ہے۔

سرینگر سے گزشتہ دنوں میٹرک پاس دو نوجوانوں کو گرفتار کر کے کورٹ بلوال جیل پہنچادیا گیا ہے۔اس طرح کئی اور نوجوان پُرامن احتجاج کے بعد گرفتار کر لیے جاتے ہیں اور جیلوں میں ان کی صحت اور تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ کھلواڑ کیا جارہا ہے۔ یہاں کی گماشتہ سرکار ایک طرف نوجوانوں کو خوشحال مستقبل کا سبز باغ دکھارہی ہے۔دوسری طرف پُرامن احتجاج کرنے پر بھی ان پر لاٹھیاں برسائی جاتی ہیں۔اشک آور گیس اور فائیرنگ کا بھی نشانہ بناتے ہیں۔یہ عمل برسہا برس سے جاری ہے۔مسلم جوانوں کے ساتھ کُھلا امتیاز برتا جاتا ہے۔جہاں اُن کو پُرامن طور سڑکوں پر ظلم وجبر کے خلاف آواز اُٹھانے پر گرفتار کر کے PSA کے تحت جیلوں میں سڑایا جاتا ہے۔اس کے برعکس 8راکتوبر 2012ء کو اسمبلی کے ایوان زیرین میں جموں کے تین جوانوں نے دوران اجلاس ہال میں ہلہ بول دیا۔اُن کو جموں سے وابستہ ایک ایم ایل اے نے اندر جانے کے لیے کارڈ دیا تھا۔ان کو ایوان سے باہر نکال کر گرفتار کرلیا گیا ہے۔جموں میں اُن کی رہائی کے لیے احتجاج ہورہے ہیں۔اگر یہ جوان مسلمان ہوتے تو اُن کو اس انداز سے ہال میں ہلہ بولتے ہی En-counter میں نشانہ بنایا گیا ہوتا۔

ہم نے عیدالفطر کی آمد سے پہلے بھی مطالبہ کیا تھا کہ اس مقدس دن پر تمام قیدیوں کو رہا کیا جائے،مگر حکومت نے سُنی ان سنی کردی۔اب عیدالاضحیٰ کا بابرکت اور مقدس دن آرہا ہے۔حکومت کو چاہیے کہ PSA اور FIR میں درج فرضی الزامات کے تحت تمام قیدیوں کو رہا کیا

جائے۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا!

تحریکِ حریت

عیدالفطر کے پیغام میں، میں نے تحریک حریت کا مختصر تعارف کرایا ہے اور تحریک حریت کے اہداف کی خدمت، آبیاری اور تعاون کے لیے دردمندانہ اپیل بھی کی ہے۔ عیدالاضحیٰ کی اس مقدس تقریب پر میں پھر ایک بار اس دردمندانہ اپیل کو دہراؤں گا اس اضافہ کے ساتھ کہ تحریک حریت قابض اور غاصب قوتوں اور ان کے زرخرید ایجنٹوں کی نگاہ میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے۔ صفِ اول کی قیادت سے لے کر عام اراکین تک پُرامن اور پُروقار انداز میں کام کرنے کے مواقع اندھی طاقت کی بنیاد پر چھینے اور سلب کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ 2008ء کی سیاسی سرگرمیوں کے بعد سے آج تک عوام کے ساتھ رابطے منقطع کرائے گئے ہیں۔

ان حالات میں جموں کشمیر کے مظلوم عوام کی غالب اکثریت جو اسلام اور آزادی پسند ہے پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ تحریک حریت کے مقدس اہداف کے ساتھ ذہنی اور قلبی وابستگی کا مظاہرہ کریں اور ہر ممکن تعاون دے کر ان اہداف، جن کے ساتھ ہمارا مستقبل وابستہ ہے کی آبیاری کریں۔ تعاون اور حمایت کی پہلی ضرورت یہ ہے کہ اہداف کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ اگر اطمینان حاصل ہو جائے کہ موجودہ حالات میں ان اہداف کی آبیاری کر کے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اسلام کے سانچے میں ڈھال کر دنیا اور آخرت کی کامیابی کا وسیلہ فراہم کیا جائے۔

تحریک حریت کے اہداف کی پیروی میں جدوجہد آزادی کا ساتھ دیا جائے۔ تمام پروگراموں میں پُرامن اور پُروقار طریق کار اپنا کر کامیاب بنانے کی کوشش کی جائے۔ تمام مسلکی بندشوں سے آزاد ہو کر قرآن وسنت کی پیروی میں اعتصام بحبل اللہ کے فرمان الٰہی کی

پیروی میں ملی اتحاد کو پروان چڑھایا جائے۔ صالح اور سلیم الفطرت جوان تحریک حریت کے نظم میں شامل ہو جائیں، تاکہ تحریک حریت کو تقویت ملے اور اس کے اہداف کی ترسیل اور پھیلاؤ کے لیے زیادہ سے زیادہ ہاتھ اور زیادہ سے زیادہ سوچ اور فکر فراہم ہو جائے۔

تحریک حریت کے مالی ذرائع کا مکمل فقدان ہے۔ کوئی زمین کا رقبہ نہیں ہے، کوئی باغ نہیں، کوئی شاپنگ کمپلکس نہیں، کوئی ہوٹل نہیں، کوئی کاروبار نہیں۔ یہ تحریک صرف اور صرف اللہ برتر و بزرگ کی مدد اور نصرت کے سہارے جی رہی ہے۔ عوام کے تعاون سے یہ تحریک اپنی ضروریات پوری کر رہی ہے۔

تحریک حریت کے مختلف شعبے ہیں جو اپنے اپنے دائرہ کار میں متحرک اور فعال ہیں۔ شعبہ تنظیم، شعبہ دعوت وتبلیغ، شعبہ رابطہ عامہ، شعبہ لیگل سیل، شعبہ طبی معاونت، شعبہ پریس و نشر و اشاعت، ملت پبلی کیشنز۔ ان شعبہ جات کو معیار مطلوب تک پہنچانے کے لیے عوام کے مالی تعاون کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ زکوٰۃ، عشر، صدقات نافلہ اور اعانت کے نام پر آپ مالی مدد کر سکتے ہیں۔ شعبہ ملت پبلی کیشنز کا لٹریچر خرید کر آپ تعاون کر سکتے ہیں۔

کلینڈر، ڈائیری اور ضرورت کے مواقع پر پمفلٹ اور کتابچے چھپ کر آپ کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ آپ ان کو مفت لینے کے بجائے بطور ہدیہ قیمت سے زیادہ باغذ رسید بھی دے سکتے ہیں۔ اس سے تحریک حریت کے اضلاع کی ضروریات میں مدد دے سکتے ہیں۔ اس مالی تعاون سے آپ ہماری مقدس جدوجہد کے خلاف قوتوں کو عملی میدان میں جواب دیکر مقدس Cause کی بہترین خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

درد مندانہ اپیل

میری درد مندانہ اپیل ہے کہ اسراف اور فضول خرچیوں سے بچ کر اسلام اور اشاعت دین کے لیے اپنا سرمایہ خرچ کریں۔ تہذیبی جارحیت کے سیلاب کا مقابلہ کرنے کے لیے جب تک

تمام لوازمات کے مقابلے میں دین اسلام کو ترجیح نہ دی جائے ہم اس تہذیبی جارحیت کو جو برق رفتاری کے ساتھ مسلمانوں پر مسلط ہو رہی ہے، مقابلہ اور سدِ باب نہیں کر سکتے ہیں۔غلامی میں ایمان کی لذت اور طمانیت کا حصول ممکن نہیں ہے۔علامہ اقبالؒ نے بجا طور فرمایا ہے

از غلامے لذت ایمان مجو
گرچہ باشد حافظِ قرآں مجو

مؤمن است و شیشہ اُو آذری است
دین و عرفانش سراپا کافری است

دربدن داری اگر سوز حیات
ہست معراجِ مسلمان در صلوٰت

ور نہ داری خونِ گرم اندر بدن
سجدہ تُو نیست جز رسم کہن

عید آزاداں شکوہ ملک و دین
عید محکوماں ہجوم مؤمنین

"کسی غلام سے ایمان کی لذت تلاش مت کر، اگر چہ وہ حافظ قرآں بھی ہو گا۔ اُس سے ایمان کی لذّت حاصل نہیں ہو سکتی۔غلامی میں مسلمان ہوتے ہوئے آذر کی طرح بُت پرستی اور بُت تراشی میں دیکھی اور پائی جا سکتی ہے۔اُس کا دین اور عرفان سب کچھ کافری کے رنگ میں رنگی جا چکی ہوتی ہے۔اگر تمہارے بدن میں زندگی کا سوز اور ایمان کی حرارت ہو گی تو مسلمان کی نماز معراج مؤمن ہوتی ہے۔اگر تمہارے بدن میں ایمانی غیرت اور خون گرم نہیں ہو گا تو تمہاری نماز اور سجدہ ریزی محض ایک رسم ہو کر رہ جاتی ہے۔جیسا کہ دورِ حاضر میں دیکھا جا سکتا ہے۔آزاد قوم کی عید

شان و شوکت اور دین کی برتری اور بالادستی کا مظہر ہوتی ہے۔غلام اور محکوم قوم کی عید عید گاہوں اور کھلے میدانوں میں مسلمانوں کا بے روح ہجوم ہوتا ہے۔"

غلامی کا سب سے بڑا اور محیط عذاب یہ ہوتا ہے کہ ضمیر بدل جاتے ہی خوب ناخوب بن جاتا ہے اور ناخوب خوب بن جاتا ہے۔

جو ناخوب تھا بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

وَآخرُ دعوانا ان الحمدُ للہ ربّ العالمین

خیر اندیش

سید علی گیلانی

(حبس بے جا میں)

بتاریخ 14 ر اکتوبر 2012ء